U0883

U0883

از دفتر امامیہ مشن - حسین آباد - لکھنؤ

مناظرہ وکلام

۲۷۵

قاتلانِ حسین کا مذہب

دوسرا اڈیشن

مطبوعہ سرفراز قومی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ لکھنؤ

قیمت فی جلد چار آنہ

دوسرا ایڈیشن

قاتلانِ حسینؑ کا مذہب

مصنفہ

عالیجناب سید العلما مولانا مولوی سید علی نقی صاحب قبلہ
مجتہد العصر مدظلہ

امامیہ مشن لکھنؤ کی پہلی دینی خدمت

کا دوسرا دور

پروردگار عالم کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے بحق محمدؐ و آل محمدؐ صلوات اللہ علیہم اجمعین ہماری اس دینی خدمت کو قبول فرمالیا اور اس رسالہ کی ایک ہزار جلدیں جو پہلی مرتبہ شایع کیگئی تھیں ایک ماہ کے اندر ختم ہوگئیں اور اب ہم بحمد اللہ اسکا دوسرا ایڈیشن قوم کے سامنے پیش کر رہے ہین۔

ابکی مرتبہ جناب مصنف علام مدظلہ العالی نے چند مطالب کا اضافہ نیز بعض غلط فہمیون کا مزید ازالہ فرمادیا ہے۔ ہمکو قوی اُمید ہے کہ ہمدردان قوم اس ایڈیشن کو بھی زائد سے زائد تعداد مین خرید فرماکر غیر شیعہ حضرات مین مفت تقسیم فرمادینگے اور عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہوتے ہوئے ہماری ہمت افزائی کا سبب ہونگے

اس مرتبہ ہم پھر عامۂ اہل اسلام کو توجہ دلاتے ہین اور امید کرتے ہین کہ وہ اس موضوع پر کامل سکون و اطمینان کے ساتھ غور کرکے صحیح رائے قائم کرنے کی کوشش فرماوینگے۔

خادم ملت

سید ابو حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری۔ امامیہ مشن حسین آباد لکھنؤ

١٩٦٢
٨١٢ع

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وللہ الحمد والصلوٰۃ علی نبیہ وآلہ

تمہید:۔ کہنے کو قاتلانِ حسینؑ مسلمان تھے اور اسی بنا پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ اسلام کے کس فرقہ سے تعلق رکھتے ہین لیکن تاریخی واقعات اس حقیقت کو بالکل بے نقاب کر دیتے ہین کہ درحقیقت وہ نام نہاد مسلمان اسلام سے دور کا بھی علاقہ نہ رکھتے تھے۔

مذہب اُنکی نظر مین ایک خود ساختہ گھروندا اور دین و ایمان زاہد فریب بیکار کا ڈھکوسلا تھا، وہ دنیاوی جاہ و ثروت اور مادی ترقی و کامیابی کے آگے کسی دوسرے عالم اور اُس عالم کی جزا و سزا کا باور کرنا تو درکنار اُس کا خیال بھی ذہن مین نہ لاتے تھے۔ لامذہبی اُن کا حقیقی مذہب اور بے دینی اُن کا دین و آئین تھی جسکے مظاہرات بھی حسب موقع اُن سے ہو جایا کرتے تھے اور انہی مظاہرات کو تاریخ نے امانتداری کے ساتھ ہم تک پہونچا کر ہم کو اُنکے باطنی نیتون پر حکم لگانیکا موقع دیدیا ہے

قتل حسینؑ کا اصلی بانی یزید بن معاویہ ہے جس نے کفر و الحاد اور لامذہبی میراث مین پائی تھی اور اس کا اثر تھا جو جاہلیت و اسلام مین برابر ظاہر ہوتا رہا۔

ابوسفیان جسکے ہاتھون اسلام کو اپنے ابتدائی و وسطی دور مین سخت مصائب اور خطرناک مواقع کا مقابلہ کرنا پڑا تھا اور بدر و احد و احزاب صرف اُسی کی عداوت

اسلام کے کرشمے تھے وہ اگرچہ فتح مکہ کے موقع پر رسول اسلام کے قدرتی جاہ وجلال سے مرعوب ہوکر سر تسلیم خم کرچکا تھا لیکن کفر وشرک نفاق کی صورت مین اُسکے دل مین ہمیشہ مضمر رہا اور مصلحت وقت کے باعث اُس کو چھپائے رکھنے کی کوشش کے باوجود وہ اکثر مواقع پر سامنے بھی آتا رہا یہانتک کہ جنگ یرموک مین جبکہ مسلمانون کا مقابلہ سلطنت روم کے لشکر سے تھا اور معرکہ کارزار گرم تھا اسوقت ابوسفیان دور سے کھڑا ہوا تماشا دیکھ رہا تھا جب رومیون کو غلبہ حاصل ہوتے ہوئے نظر آتا تھا تو کہتا تھا۔

"ایہ بنی الاصفر" یعنی شاباش اے ملک روم کے بہادرو اور جب مسلمانون کو ذرا تقویت ہوتی تھی تو ابوسفیان کی زبان سے حسرت ویاس کے ساتھ یہ شعر نکلتا تھا

وبنو الاصفر الملوك ملوك الروم لم یبق منهم مذکور

ہائے افسوس کہ سلطنت روم کے پرشوکت بادشاہون کا نام مٹتے ہوئے نظر آتا ہے'

عبداللہ بن زبیر نے اس واقعہ کو اپنی آنکھون سے دیکھکر اپنے باپ زبیر سے بیان کیا اسوقت کہ جب مسلمانون کو کامل طور پر فتح حاصل ہوچکی تھی تو زبیر نے کہا قاتله اللہ یابی الا نفاقا اولسنا خیر الہ من بنی الاصفر۔ خدا اس سے سمجھے یہ نفاق سے باز نہ آئیگا کیا ہم اسکے لئے رومیون سے بہتر نہین ہین (دیکھو استیعاب ابن عبدالبر)

اور جب مسلمانون کی خلافت تیسرے دور مین بنی اُمیہ تک پہونچی اور حضرت عثمان

خلیفہ بنائے گئے اسوقت ابوسفیان اپنی عمر کے انتہائی دور مین تھا اور آنکھون سے بھی معذور ہو چکا تھا، یہ خبر سنکر عثمان کے پاس آیا اور کہا کہ عرصہ کے بعد اب یہ خلافت تم تک پہونچی ہی۔ اس کو تم گیند کی طرح جدہر چاہو گردش دو اور بنی امیہ کے ذریعہ سے اسکی بنیادون کو مضبوط کر و اس لئے کہ جو کچھ ہی وہ یہی دنیا دی سلطنت ارہگیا جنت ودوزخ اس کو تو مین کچھ سمجھتا نہین۔ یہ واقعہ بھی ابن عبدالبر کی کتاب استیعاب مین جو مصر کے بعد خاص طور پر حیدرآباد مین طبع کی گئی ہی موجود ہی۔ ان دونون تاریخی واقعون سے ابوسفیان کے اسلام کی حقیقت کھلجاتی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ سینہ کی ہڈیون کے اندر کفر والحاد کے کیسے جراثیم پرورش پارہے تھے۔

اسی ابوسفیان کے خلیفہ وجانشین حضرت معاویہ تھے جن کے متعلق زبان کھولنے کے لئے بہت بڑی جرأت کی ضرورت ہی اس لئے کہ عام مسلمانون نے انھین بڑھا چڑھا کر بڑے مرتبون پر پہونچا دیا ہی لیکن مورخین اہل سنت مبارکباد کے مستحق ہین کہ اُنھون نے اکثر واقعات کے اظہار مین کسی ذاتی رجحان اور خارجی دباؤ کا اثر نہین لیا ہے بلکہ حقائق کو اصلی صورت مین پیش کر دیا ہی اگرچہ وہ خود اُنھی مین سے کسی کے مسلمہ عقیدہ کو ملیامیٹ کر دین، معاویہ کی نظر مین مذہب کی وقعت جتنی تھی وہ اس واقعہ سے ظاہر ہی کہ حتات مجاشعی اور جاریہ بن قدامہ اور احنف یہ تینون شخص امیر معاویہ کے دربار مین حاضر ہوئے، معاویہ نے جاریہ و احنف کو حتات سے زیادہ جائزہ عطا کیا۔ جس پر حتات نے آکر شکایت کی کہ آپ نے فلان دو شخصون کو

میرے اوپر ترجیح دی اور انکا مجھ سے زیادہ لحاظ کیا، معاویہ نے جواب دیا کہ اُن سے مین نے اُن کا دین و مذہب مول لے لیا ہی، حتات نے کہا پھر مجھ سے بھی میرا دین خرید لیجیے (ملاحظہ ہو استیعاب مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد جلد اول صفحہ ۱۴۵ و اسد الغابہ ابن اثیر جزری ج ۱ ص ۳۷۹)

اسی نوعیت کا واقعہ ابن اثیر جزری نے کامل التواریخ مین لکھا ہے کہ مغیرہ بن شعبہ نے بصرہ سے دس آدمیون کو ۳۰ ہزار درہم رشوت کے ساتھ یزید کی ولیعہدی پر راضی کر کے اپنے بیٹے موسی بن مغیرہ کی معیت میں معاویہ کے پاس بھیجا اور اُن لوگون نے معاویہ کے سامنے یزید کی جانشینی پر اظہار مسرت کیا، اس وقت معاویہ نے آہستہ سے موسی بن مغیرہ سے پوچھا کہ سچ بتا کتنے کو تیرے باپ نے ان لوگون سے انکے دین و ایمان کو خریدا ہی موسیٰ نے کہا کہ تیس ہزار درہم کو۔

اِن دونون واقعون سے صاف ظاہر ہے کہ دین و مذہب کی ان نظرون مین کوئی وقعت نہ تھی اور روپیہ اشرفیون یا صرف ظاہری آؤ بھگت پر لوگون سے انکے دین و آئین کو خرید کر لامذہبیت کو رواج دیا جا رہا تھا،

اسلام کا مشہور و معروف مسلم الثبوت مورخ اور امام فن محمد بن جریر طبری اپنی تاریخ مین ۶۰ ھ کے واقعات لکھتے ہوئے رقمطراز ہے کہ عمر عاص اہل مصر کی ایک جماعت کے ساتھ معاویہ کے پاس دار الخلافہ شام باریابی کے لئے آیا۔

(یہ وہ زمانہ تھا کہ عمرو عاص معاویہ سے کسی حد تک برسر پرخاش تھا) اس نے

اِن لوگون کو سکھلا دیا کہ دیکھو جب تم معاویہ کے دربار مین جانا تو اُسے خلیفہ کہکر سلام نہ کرنا اور جہانتک ممکن ہو اُس سے حقارت کے ساتھ بات کرنا، اسکی وجہ سے تمھاری ہیبت اُسکے دل پر قائم ہو گی، معاویہ کو جب ان لوگون کے پہونچنے کی اطلاع ہوئی وہ اپنی ذہانت سے عمر عاص کی سازش کو تاڑ گئے اور دربانون سے کہا کہ میری سمجھ مین یہ آتا ہی کہ نابغہ کے لڑکے (عمر عاص) نے ان لوگون کی نظر مین میری منزلت کو گھٹا دیا ہوگا لہذا تم خیال رکھو جب یہ لوگ آئین تو ان کے ساتھ انتہائی سختی کرنا یہانتک کہ ہر شخص کو ان مین سے یقین ہو جائے کہ اُسکی جان کی خیر نہین، اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے جو شخص معاویہ کے سامنے دربار مین حاضر ہوا وہ یون آداب بجا لایا کہ السلام علیک یا رسول اللہ بس پھر کیا تھا سب نے اُسی کی موافقت کی اور جو آیا اُس نے معاویہ کو رسول اللہ کہکر سلام کیا (تاریخ طبری ج ۶ صفحہ ۱۸۴ مصر)

ایک خوش عقیدہ مسلمان کو اس واقعہ سے حیرت و تعجب کی انتہا نہین رہ سکتی اسلامی دربار مین خلیفۂ وقت کو رسول اللہ کہکر سلام کیا جائے اور اُن لوگون کو سزا تو درکنار معمولی سی تنبیہ بھی نہ کیجائے، اس سے ضمیر کا پتہ صاف چلتا ہی اور حقیقی مقصد واضح ہو جاتا ہی۔

خود حاکم وقت کو جانے دو، دمشق کے بھرے ہوئے دربار مین کسی ایک شخص کا بھی اس واقعہ پر چین بجبین ہونا تاریخ مین نظر نہین آتا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ

اسوقت اسلامی جذبات اور مذہبی احساسات کس درجہ فنا ہو چکے تھے ۔

رسالتمآبؐ کی عظمت عوام کی نظرون مین خلیفۃ المسلمین سے زیادہ تھی جیساکہ اُس واقعہ سے ظاہر ہی جسکو ابو حاتم سہل بن عثمان سجستانی بصری متوفی ۲۵۵ھ نے اپنی کتاب المعمرین مین جو مصر کے مطبع سعادت مین ۱۳۲۳ھ مین شایع ہوئی ہے صفحہ ۸۷ پر درج کیا ہی اور وہ یہ ہی کہ معاویہ کو اشتیاق پیدا ہوا ایک ایسے شخص سے ملنے کا جس کی عمر بہت زیادہ طولانی ہو اور وہ اُس سے زمانۂ قدیم کے حالات دریافت کرین لوگون نے حضر موت کے ایک شخص کا پتہ دیا جس کا نام امد بن ابد تھا اور اسکی عمر تین سو ساٹھ برس کی ہو چکی تھی، اثنائے گفتگو مین معاویہ نے اُس سے دریافت کیا کہ تم نے ہاشم کو دیکھا ہی، اُس نے کہا ہان مین نے اُنکی زیارت کی ہے بہت شاندار بلند بالا خوبصورت شخص تھے پوچھا کہ اُمیہ کو بھی دیکھا ہے؟ کہا کہ ہان ایک پست قامت اندھا آدمی تھا جسکے چہرہ سے شرارت ظاہر ہوتی تھی۔ معاویہ نے کہا کہ تو نے محمدؐ کو بھی دیکھا ہے؟ اُس نے ان معمولی لفظون مین ایک مسلمان سے حضرتؐ کا نام سنکر متعجبانہ انداز سے پوچھا محمد کون؟! کہا کہ وہی رسول خدا، یہ سنکر اُس نے کہا کہ " وائے ہو تم پر تم نے پہلے ہی اُنکا اس طرح احترام کے ساتھ نام کیون نہ لیا جس کا خدا نے انھین مستحق بنایا ہے! یون کیون نہ کہا کہ تو نے رسول اللہ کو دیکھا ہی؟ " یہ واقعہ ابن اثیر جزری کی اسد الغابہ (ج ۱ صفحہ ۱۱۵) مین بھی موجود ہی۔

اس سے زیادہ شرمناک اور تعجب خیز واقعہ وہ ہی جس کو زبیر بن بکار نے موفقیات

مین درج کیا ہی، یہ زبیر محدثین اہلِ سنت مین بلند پایہ شخص اور صحاح ستہ کے
رواۃ مین سے ہی وہ لکھتا ہی کہ مطرف بن مغیرۃ بن شعبہ ناقل ہے کہ مین اپنے باپ
مغیرہ کے ساتھ دمشق امیر معاویہ کی خدمت مین باریاب ہونے کے لئے گیا مغیرہ
شاہی مہمان ہوئے اور روز معاویہ کے دربار مین جاتے اور جب واپس ہوتے تو معاویہ
کے عقل وفراست اور تدبر و دوراندیشی کی تعریفین کرتے تھے، ایک مرتبہ رات
کو جو واپس ہوئے تو کھانے سے انکار کردیا اور محزون ومغموم سرجھکا کر بیٹھ گئے مین نے
کچھ دیر انتظار کیا کہ یہ خود کچھ بولین مگر اُنھون نے کچھ نہ کہا تو مین نے خود دریافت کیا
کہ آج آپکے مغموم ہونیکی کیا جہت ہے؟ کہا بیٹا کیا بتلاؤن مین ایک ایسے شخص کے
پاس سے آرہا ہون جو کفر وخباثت مین دنیا بھر سے زیادہ ہی۔ مین نے متعجب ہوکر پوچھا
کہ یہ کیا؟ کہا کہ آج تنہائی مین مین نے کہا کہ اے امیرالمومنین اب آپکی کافی عمر ہوچکی ہے
بہتر ہو کہ اب آپ عدل واحسان کو کام مین لائین اور کتنا اچھا ہے کہ اب آپ اپنے
رشتہ دار بنی ہاشم کی طرف بھی توجہ کیجیے اور اُن کے ساتھ صلہ رحم فرمائیے۔ کیونکہ اب
اُنکے پاس کوئی ایسا سامان نہین رہا ہے جس سے آپ کو کچھ اندیشہ ہو اس طرح آپکا
ذکر جمیل اور اجر وثواب دنیا وآخرت مین باقی رہ جائیگا۔
یہ سنکر معاویہ اُبل پڑے، کہا کہ ہیہات ہیہات مجھ کو کس ذکر جمیل کی اُمید
ہوسکتی ہے کہ جو باقی رہے، قبیلہ تیم کے خلیفہ (ابوبکر) نے سلطنت کی اور کیسے کیسے کام
کئے اور کس طرح عدالت کی پھر کیا ہوا سوائے اسکے کہ جب موت آئی تو اُنکا نام بھی

مردہ ہو گیا اور سوائے اسکے کہ لوگ کہین حضرت ابوبکر اور کوئی اثر نہ چھوڑا پھر قبیلہ عدی کے خلیفہ (عمر) نے سلطنت کی اور دس برس کس عرق ریزی اور جانفشانی سے کارہائے نمایان انجام دیئے اُن کا انجام بھی یہی ہوا کہ وہ خود مردہ ہو گئے اور اُن کا نام بھی مردہ ہو گیا سوا اسکے کہ لوگ کہدین حضرت عمر لیکن یہ ابن ابوکبشہ (یہ وہ نام ہے جس سے کفار قریش حضرت رسولؐ کو یاد کیا کرتے تھے) روزانہ پانچ دفعہ اذان مین اُس کا نام اس طرح پکارا جاتا ہے کہ اشھد ان محمد ا رسول اللہ پھر اب مجھ کو اپنے کس کارنمایان کے بقا کی اُمید ہو اور کونسا نام میرا باقی رہ سکتا ہے؟ کچھ بھی نہین آخری انجام زمین مین دفن ہونا ہے اور بس (نصائح کافیہ محمد بن عقیل حضرمی ص ۹۳)

اسی دادا کا پوتا اور اسی باپ کا بیٹا یزید تھا جس کو اتفاقات زمانہ اور باپ کی حسن سیاست نے مسلمانون کی گردن پر سوار کردیا تھا۔ اُس کے اقوال و افعال سب ہی اُس کے عقیدہ کے آئینہ دار تھے، افعال کا یہ عالم کہ واقدی نے عبداللہ بن حنظلہ غسیل الملائکہ کی زبانی نقل کیا ہے کہ خدا کی قسم ہمکو یزید کی حکومت مین یہ خوف ہو گیا تھا کہ اب آسمان سے ہم پر پتھر برسائے جائین گے وہ ایسا شخص تھا جو اپنی مان بیٹیون بہنون تک کو نہ چھوڑتا تھا اور شراب آزادی سے پیتا تھا اور نماز کو ترک کرتا تھا۔ (صواعق محرقہ ابن حجر ص ۱۳۵ طبع مصر)

اور اقوال کا یہ حال کہ بھرے دربار مین اُسکی زبان ان اشعار کے ساتھ مترنم تھی۔

لیت اشیاخی ببدر شھدوا ۔۔۔ جزع الخزرج من وقع الاسل

کاش میرے جنگ بدر والے بزرگ موجود ہوتے اور وہ مشاہدہ کرتے فریق مقابل کی گھبراہٹ کا نیزون کے مقابلہ مین۔

لعبت ھاشم بالملک ولا ۔۔۔ خبر جاء ولا وحی نزل

یہ تو بنی ہاشم کو سلطنت کا کھیل کھیلنا تھا، نہ کوئی خبر آئی تھی نہ آسمان سے کوئی وحی اتری تھی۔

لست من خندف ان لم انتقم ۔۔۔ من بنی احمد ما کان فعل

مین اپنے بزرگون کی نسل سے نہین اگر محمد کی اولاد سے اُنکے کئے کا بدلا نہ لون

فجزینا ھم ببدر مثلھا ۔۔۔ وباحد یوم احد فاعتدل

جو جنگ بدر و احد مین ہمارے ساتھ سلوک ہوا تھا اُس کا ہم نے پورا پورا بدلا لے لیا۔

لو رأوہ لاستھلوا فرحا ۔۔۔ ثم قالوا یا یزید لاتشل

اگر میرے بزرگ اس موقع کو دیکھ لیتے تو خوشی کے مارے کھلجاتے اور کہتے کہ اے یزید کبھی تیرے ہاتھ شل نہون۔

یہ وہ اشعار تھے جو نشہ شراب اور نشہ فتح و نصرت دوہری مستی کے عالم مین یزید کی زبان سے نکل رہے تھے اور وہ اپنے ذاتی خیالات کو بغیر کسی اندیشہ کے ظاہر کر رہا تھا اور علامہ سبط ابن جوزی نے انھی اشعار کی بنا پر صریحی طور سے

اُسکے کفر کا فتویٰ دیا ہے اور یہ بھی کہا ہو کہ اگر یزید کے دل مین زمانۂ جاہلیت کی عداوت اور بدر و احد کے انتقام کا جوش نہوتا تو کم از کم وہ سر حسینؑ کے ساتھ بیحرمتی نہ کرتا اور اُسکے دفن و کفن کا حکم دیتا اور زنان اہلبیت کے ساتھ عزت و احترام کا سلوک کرتا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے دل مین کفر و جاہلیت کے جذبات موجود تھے جو اُسکو اہلبیت رسول کے ساتھ کسی رواداری پر آمادہ نہونے دیتے تھے محمد بن جریر طبری کہ جنھین یزید کر ساتھ کافی خلوص ہو اور تاریخی مسلمات کے خلاف اہلبیت رسالت کے ساتھ یزید کے حسن سلوک کی حکایتین نقل کرنے مین انھین لذت محسوس ہوتی ہو وہ بھی اس موقع پر کہ جب یزید نے اہل حرم کو ماتم داری کی اجازت دی ہو اور غارت شدہ اموال کو واپس کیا ہو حضرت سکینہ بنت الحسین کی زبانی یزید کی مدح مین جو فقرہ نقل کرتے ہین وہ یہ ہو کہ

ما رایت رجلا کافرا باللہ خیرا من یزید بن معاویۃ "مین نے کوئی کافر شخص کہ جو خدا پر ایمان نہ رکھتا ہو یزید بن معاویہ سے بہتر نہین دیکھا (طبری ج ۶ صفحہ ۲۶۷) اس سے بھی یزید کے مذہب پر کافی روشنی پڑتی ہے۔

یزید کے بعد دوسرا شخص جسے قاتل امام حسینؑ کہا جاسکتا ہو وہ پسر مرجانہ عبید اللہ بن زیاد ہو جو یزید کے ساتھ یکجان و دو قالب کی حیثیت رکھتا تھا اور اسکے متعلق یزید نے اپنے ان اشعار مین اظہار خیال کیا ہے۔

۱ سقنی شربۃ تروی مشاشی ثم قم واسق مثلھا ابن زیاد

ہان اے ساقی مہوش مجھ کو ایک ایسا ساغر پلادے جو میرے جسم کے ہر جوڑ بند کو سیراب

کردے پھر کھڑے ہو کر ایسا ہی ایک جام ابن زیاد کو پلا۔

صاحب الود والامانۃ والمتسدید منی ومغنمی وجھادی

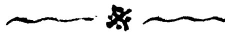
وہ کہ جو خالص دوست اور امانت دار اور میری تائید کرنے والا اور میرا سرمایہ زندگی اور جنگ مین میرا ہمدست ہی۔

اس شخص کا کفر والحاد اور احکام خدا ورسول سے روگردانی طشت از بام تھی اور کوفہ کے عام افراد بھی اُس سے خوب واقف تھے چنانچہ اس موقع پر جب حضرت مسلم ہانی بن عروہ کے گھر پر فروکش تھے اور شریک بن اعور کی عیادت کیلئے ابن زیاد کے آنے کی خبر معلوم ہوئی اور شریک نے حضرت مسلم سے کہا کہ یہی موقع ہو اس کو قتل کر ڈالئے لیکن ابن زیاد آیا بھی اور چلا بھی گیا مسلم نے کوئی اقدام اُسکے قتل پر نہ کیا، شریک نے اُس کے جانے کے بعد مسلم سے اس کا سبب پوچھا تو مسلم نے کہا خصلتان اما احدا ھما فکراھۃ ھانی ان یقتل فی دارہ و اما الاخریٰ فحدیث حدثہ الناس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان الایمان قید الفتک ولا یفتک مومن "۔ اسکے دو سبب تھے پہلے تو یہ کہ ہانی کو یہ امر ناپسند تھا کہ ابن زیاد انکے گھر مین قتل کیا جائے دوسرے یہ کہ جناب رسالت مآبؐ کی حدیث ہے کہ ایمان قتل پر پابندی عائد کر دینے والا ہے اور کوئی مسلمان قتل نہین کیا جا سکتا "

یہ سنکر ہانی نے کہا۔

اما واللہ لو قتلتہ تقتلت فاسقا فاجرا کافرا غادرا ولکن کرھت ان یقتل فی داری۔

خدا کی قسم آپ یقین جانئے کہ اگر آپ اس کو قتل کر ڈالتے تو یہ کسی مسلمان کا قتل نہ ہوتا بلکہ ایک فاسق فاجر کافر غدار کا قتل ہوتا، بے شک مجھ کو یہ امر پسند نہ تھا کہ وہ میرے گھر مین قتل ہو۔ (طبری ج ۶ صفحہ ۲۰۴)



تیسرا شخص جو قتل حسینؑ کا براہ راست ذمہ دار کہا جا سکتا ہے وہ عمر بن سعد ہے اُسکے اسلام کی حقیقت ان اشعار سے ظاہر ہے جو اُس نے اُس موقع پر نظم کئے تھے کہ جب ابن زیاد نے اُس کو قتل امام حسین پر مامور کیا ہے۔

فواللہ لا ادری وانی لحائر　　افکر فی امری علی خطرین

خدا کی قسم میری کچھ سمجھ مین نہین آتا اور مین حیران ہون، مین اپنی نسبت دو عظیم باتون مین فکر کر رہا ہون۔

اانزک ملک الری والری منیتی　　ام اصبح ماثوما بقتل حسینؑ

کیا مین ملک رے کو ہاتھ سے جانے دون حالانکہ ملک رے کی مجھ کو مدت سے آرزو ہے یا مین حسینؑ کو قتل کرکے ہمیشہ کے لئے گنہگار بنون۔

الا انما الدنیا بخیر معجل　　وما عاقل باع الوجود بدین

یاد رہے کہ دنیا نقد وحاضر راحت کا نام ہے اور کون عاقل ہے جو نقد کو قرض سے

عوض بیچ ڈالے۔

یقولون ان اللہ خالق جنۃ ونارو تعذیب وغل یدین

لوگ کہتے ہین کہ خدا نے کوئی جنت خلق کی ہے اور آگ اور عذاب اور ہاتھون کی ہتھکڑیان۔

فان صدقوا فیما یقولون انی اتوب الی الرحمن من سنتین

اچھا تو اگر یہ لوگ سچے ہین ان باتون کے کہنے مین توکوئی حرج نہین ہو مین دو تین برس کے اندر اس گناہ سے توبہ کرلون گا۔

وان کذبوا فزنا بدنیا عظیمۃ وملک عظیم دائم الحجلین

اور اگر یہ غلط کہتے ہین اور جنت و دوزخ کی کوئی حقیقت نہین توپھر کیا ہو جیسے تو ہم ایک عظیم دنیا اور ایسے ملک کے حاصل کرنے مین کامیاب ہوئے جسکی نعمتین باقی رہنے والی ہین۔

ان اشعار مین صریحی طور پر عقیدۂ معاد اور جنت و دوزخ کے وجود کا مذاق اُڑایا گیا ہے۔

جب حکام و رؤسا کا یہ عالم تھا تو دوسرون کا کیا پوچھنا، وہ تو انہی لوگون کے اشارہ پر چلنے والے اور اُنکے آلہ کار تھے۔ اُن کا مذہب سنہرے اور روپہلے سکون کے علاوہ کچھ نہ تھا، ان لوگون کو مسلمان کہنا اسلام کے دامن پر ایک برنما داغ لگانا ہے اور درحقیقت ان سے اسلام کو کوئی تعلق نہین ہے۔ یہ تاریخی حقیقت

ہے جس مین شک وشبہ کی گنجائش نہین اور اسکے بعد اس سوال کا موقع ہی نہین رہتا کہ یہ لوگ سنی تھے یا شیعہ؟ اسلئے کہ سنی شیعہ کا افتراق اسلامی مشترکہ اصول وعقائد کو تسلیم کر لینے کے بعد پیدا ہوتا ہے اور جب خود اسلام دامن کش نظر آتا ہو تو سنی شیعہ کی تفریق بے موقع ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ افراد جنھین خواہ مخواہ اختلاف پیدا کرنے مین لذت محسوس ہوتی ہے اور بے بات کی بات پیدا کر کے اسلامی جماعتون مین تصادم پیدا کرتے ہین وہ اس خیال کو بہت اہمیت دیتے ہین کہ قاتلان امام حسینؑ خود شیعہ ہی تھے اور یہ دعوی بڑے زور وشور سے ان حلقون مین پیش کیا جا رہا ہے چونکہ تاریخی نصوص وشواہد اس دعوے کو بالکل بے بنیاد ثابت کرنے مین ہم آواز ہین لہذا ایک تاریخی فرض کی حیثیت سے ہم نے قصد کر لیا ہے کہ ہم اس سلسلہ مین عام اسلامی مستند کتب سے تاریخی حقایق کا ایک سلسلہ قلمبند کرین جس کے بعد ذہنون مین قفل اور زبانون مین گرہ پڑ جائے اور پھر کبھی اسکی جراءت نہ ہو کہ قاتلان حسینؑ کو شیعہ کہا جائے۔

قاتلان حسینؑ کے مذہب پر اجمالی نظر

گذشتہ حصہ کلام مین جو کچھ حوالہ قلم ہوا وہ اس ننگ انسانیت جماعت کے باطنی عقائد کی بنا پر تھا جس کی پردہ دری تاریخ کے ہاتھون نے کر کے صاف واضح کر دیا ہے کہ اس جماعت کے دل مین اسلامی عقیدہ کا کوئی نقش قائم نہ ہوا تھا بلکہ ان کا مذہب

عین لامذہبی کی تصویر تھا لیکن اس میں شک نہیں کہ ظاہری حیثیت سے یہ افراد مذہب اسلام کے حلقہ بگوش تھے اور انکی لامذہبی جس درجہ پر بھی ہو اُس پر اسمی و رسمی مذہب کا ایک ہلکا سا پردہ پڑا ہوا ضرور تھا جس کی بنا پر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ اُن کا تعلق اسلام کے کس فرقہ سے تھا؟ اس امر کی تحقیق کے لئے ذیل کے دو سوالوں کا حل ہونا ضروری ہے:

(۱) امام حسینؑ کے قتل کی بنیاد کیا تھی؟

(۲) جس بنیاد پر اس ظلم و قتل کا ارتکاب کیا گیا تھا اُسکی جڑ کس فرقہ کے اصول و تعلیمات میں نکالی جا سکتی ہے؟

ان دونوں گتھیوں کے حل کرنے کے بعد یہ سوال خود بخود حل ہو جائیگا کہ اس قتل پر اقدام کرنے والے کس فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔

تاریخی حیثیت سے یہ امر ناقابل انکار ہے کہ قتل امام حسینؑ کی بنیاد امیر معاویہ کے بعد یزید کی خلافت اور اُس کے تسلیم کرانے کے لئے حسینؑ بن علیؑ سے بیعت پر اصرار اور حسینؑ کا اس خلافت کے تسلیم کرنے سے انکار اور اپنی بات پر آخر وقت تک ہزارہا مصیبتیں سامنے آنے پر بھی قائم رہنا ہے۔

یہی چیز وہ تھی جس نے دنیا کی اس طول و عرض وسعت کو فرزند رسول پر تنگ کر دیا تھا اور جس کی بنا پر شقیوں کی خون آشام تلواریں اس بیگناہ کے خون کی پیاسی ہو گئی تھیں

وہی وقت جب امیر معاویہ بقول ابن حجر مکی (۱) یزید کی محبت مین اندھے ہوکر مسلمانون سے اپنے ہمہ تن فسق وفجور بیٹے یزید کی بیعت لے رہے تھے اور اُسکی ولیعہدی کو تسلیم کرانے کے لئے شام وعراق کے خزانے اور حیلہ گری وسیاست کے تمام ہتکنڈے صرف ہورہے تھے اور عالم اسلام کا ہر جزو وکل تابع فرمان ہوچکا تھا اُس موقع پر پانچ شخص ایسے تھے جو حاکم شام کی تمام سطوت وقوت اور تدبیر وسیاست کے باوجود اپنی بات پر قائم تھے اور یزید کی بیعت کرنا اپنے لئے ننگ سمجھتے تھے جن مین سب سے پہلا نام حسینؑ بن علیؑ کا ہے اور آپ کی دیکھا دیکھی عبداللہ بن عمر اور عبداللہ بن زبیر اور عبدالرحمن بن ابی بکر اور عبداللہ بن عباس بھی یزید کی بیعت سے انکار کرتے تھے۔

امیر معاویہ پر یہ امر چھپا ہوا نہ تھا کہ اس جماعت مین سب سے زیادہ نمایان ہستی حسینؑ کی ہے اور اس بنا پر خود مدینہ مین آکر سب سے پہلا کام جو کیا وہ یہ کہ حسینؑ بن علی کو بلوا کر کہا کہ اس معاملہ مین تمام لوگ ہموار ہوچکے ہین سوائے پانچ آدمیون کے قریش مین سے جن کی سرکردگی تم کررہے ہو۔ حضرت نے متعجبانہ انداز سے کہا انا اقودھم "مین انکی سرکردگی کرتا ہون؟" معاویہ نے دیدہ دلیری کے ساتھ کہا نعم انت تقودھم "بیشک آپ ہی اُنکے سرکردہ ہین" یہ سنکر حضرت نے فرمایا تو اسکی تدبیر یہ ہے کہ آپ دوسرے لوگون کو بلوا کر اُن سے بیعت کا مطالبہ کیجئے اگر

(۱) تطہیر الجنان حاشیہ صواعق طبع مصر ص۵۸

اُن سب نے بیعت کر لی تو تنہا مجھ سے آپ کو کسی اندیشہ کی ضرورت نہین" یہہ دفع الوقتی کامیاب ہوئی اور نتیجہ مین امیر معاویہ کی یہ کاوش بے سود ثابت ہوئی اس لئے کہ آخر تک سوائے عبداللہ بن عمر کے جو ایک کمزور دل اور عقیدہ کے شخص تھے اِن اشخاص مین سے کسی نے بیعت کی ہامی نہین بھری (تاریخ طبری جلد ۶ صفحہ ۱۷۰)

امیر معاویہ اپنی زندگی کے دن پورے کر چکے اور ۷۵، ۸۰ کے درمیانی عمر مین رجب ۶۰ھ مین رحلت کر گئے، یزید تخت خلافت پر متمکن ہوا اور تمام اہل شام نے بیعت کی، دنیا تمام زیب وزینت کے ساتھ یزید کے سامنے موجود تھی اور تاج وتخت، مال ودولت، حشم وخدم اور عیش پرستی وشہوت رانی کے تمام ذرایع واسباب پوری فراوانی کے ساتھ مہیا لیکن ایک خیال تھا جو اُسکے دل ودماغ کو پریشان کئے ہوئے اسکی نظرون مین اس تمام جاہ وحشم کو خاک سیاہ بنائے ہوئے تھا اور وہ اُن چند آدمیون کا بیعت سے انکار کہ جن مین اول درجہ کی شخصیت حسین بن علیؑ کی تھی، اُس نے تخت سلطنت پر قدم رکھتے ہی پہلا کام جو انجام دیا وہ یہی کہ اپنے چچا زاد بھائی ولید بن عتبہ بن ابی سفیان کو جو مروان کی معزولی کے بعد اُس زمانہ مین مدینہ کا حاکم تھا خط لکھا۔

(من یزید امیر المؤمنین الی الولید بن عتبۃ اما بعد فان معاویۃ کان عبدا من عباد اللہ اکرمہ اللہ واستخلفہ وخولہ

ومكّن له فعاش بقدر و مات باجل فرحمه اللّٰہ فقد عاش محمودا ومات برا تقيا والسّلام)

خط کا مضمون ختم ہو گیا اور اس میں سوائے معاویہ کے انتقال کی خبر کے کچھ نہیں ہے لیکن اسکے ساتھ ایک چھوٹا پرزہ کاغذ کا اور تھا جس پر یہ تحریر تھا (اما بعد فخذ حسينا وعبد الله بن عمر وعبد الله بن الزبير بالبيعة اخذا شديدا ليست فيه رخصة حتى يبايعوا والسلام)

"دیکھو حسینؑ اور عبد اللہ بن عمر اور عبد اللہ بن زبیر کو بیعت پر بہت سختی سے مجبور کرنا اور جب تک یہ لوگ بیعت نہ کرلیں دم نہ لینا"

ولید ابو سفیان کا پوتا اور معاویہ کا بھتیجا سہی لیکن کمزور دل کا شخص تھا اور حسینؑ کی عظمت شخصیت کا اثر ایک حد تک اس پر قائم تھا، اس میں اتنی ہمت کی استقلال پیشی بھی نہ تھی کہ ایک بیگناہ کا خون بہاتے ہوئے اسکو لذت محسوس ہو یزید کے فرمان شاہی نے اس کے باطنی جذبات میں ایک عظیم تلاطم پیدا کر دیا اور وہ اس کشمکش و پیچ میں تھا کہ یزید کے اس حکم کو کس طرح انجام دیا جائے۔

بیشک ننگ اسلام لیکن ساتواں خلیفۂ مسلمین مروان بن حکم جو ابتدا ہی میں رسول اللہؐ کی بارگاہ سے ملعون بن ملعون کا لقب پا چکا تھا (۱) اس نے یہی مشورہ دیا کہ حسینؑ سے بیعت طلب کرو اور اگر وہ بیعت نہ کریں تو ان کا سر قلم کر کے

(۱) حیوٰۃ الحیوان دمیری ج ۱ صفحہ ۵۰ بحوالہ مستدرک حاکم

یزید کے پاس بھیجو۔ ولید اپنی ذاتی صلح پسندی کے باعث اُسکا مشورہ قبول کرنے سے مجبور رہا لیکن حسینؑ بن علی کو بلا کر یزید کا پیغام پہونچا دینے مین اُس نے کوتاہی نہین کی اور اگر حسینؑ عاقبت اندیشی کرکے غیر معلوم طریقہ پر مدینہ رسول کو خالی نہ کر دیتے تو ولید بھی عمر سعد کی طرح باوجود ذاتی کراہت کے مال وجاہ دنیا کی طمع اور سطوت حکومت کے خوف مین اقدام کرتا اور یا کوفہ کے نعمان بن بشیر کی طرح اسکو معزول کرکے مروان بن الحکم یا اُسکے ایسے کسی سفاک اور سخت ترین دشمن اہل بیت کو مدینہ کا حاکم مقرر کرکے فرزند رسولؐ کے خون سے مدینہ رسول کی زمین کو گلرنگ بنایا جاتا (مذکورہ بالا واقعات کی تصدیق کے لئے ملاحظہ ہو طبری ج ۶ صفحہ ۱۸۸ - ۱۹۰)

فرزند رسول کہ معظمہ پہونچے اور کچھ روز قیام کرنے کے بعد حضرت مسلم کو حالات کا مشاہدہ کرنے کے لئے کوفہ روانہ کیا، کوفہ کی خلقت یزید کے افعال وکردار سے واقفیت کے باعث اُسکی خلافت سے بیزار تھی اس لئے مسلم کا خوشگوار طریقہ پر استقبال کیا، نعمان بن بشیر انصاری جو اسوقت کوفہ کا حاکم تھا وہ صلح پسند بے شر آدمی تھا اور اُس نے مسلم سے بغیر معقول سبب کے کوئی تعرض کرنا مناسب نہ سمجھا۔

مخبرون نے خلیفہ وقت یزید کو اطلاع دی کہ مسلم بن عقیل کوفہ مین آئے ہین۔ اور یہان کے لوگون نے حسینؑ بن علیؑ کی بیعت کی ہے نعمان بن بشیر فطرۃً کمزور شخص ہے یا کسی وجہ سے کمزوری کر رہا ہے اگر آپ کو کوفہ کی حفاظت کرنا ہو تو ایک مضبوط آدمی

یہان مقرر کیجیے جو آپ کے حکم پر کامل طور سے عمل کرے۔

یزید نے سرجون معاویہ کے رازدار غلام کو بلا کر مشورہ کیا، اُس نے معاویہ کا فرمان نکال کر دکھایا جو اُنھون نے آخر وقت عبید اللہ بن زیاد کے نام کوفہ کی حکومت کے بارے مین لکھا تھا، یزید بوڑھے باپ کی اس بر موقع پیش بندی کو دیکھکر اُچھل پڑا اور فوراً ابن زیاد کے نام جو اس وقت بصرہ کا حاکم تھا خط لکھا کہ مجھ کو معلوم ہوا ہے مسلم بن عقیل کوفہ مین آکر وہان کے لوگون کو مجھ سے منحرف کر رہے ہین۔ اس تحریر کو دیکھتے ہی تم کوفہ کی جانب روانہ ہو جاؤ اور جسطرح ممکن ہو مسلم پر قابو پا کے اُن کو سزا دو۔ (طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۹ ۔ ۲۰۰)

گوناگون واقعات کے بعد فرزند رسول دوسری محرم ۶۱ھ کو اپنی آخری منزل پر پہونچے اور ابن زیاد کی جانب سے عمر سعد حضرت کے قتل پر مامور ہو کر کربلا آیا اور جگر گوشۂ رسول کا خون آشام دشمنون نے محاصرہ کر لیا۔ عمر سعد کے ابتدائی و انتہائی واقعات کے مطالعہ سے صاف نظر آتا ہے کہ اس عظیم جرم کے ارتکاب مین ہر موقع پر اُس کا ضمیر سختی کے ساتھ ٹوک رہا تھا اور آواز دیتا تھا کہ ظلم کیا کر رہا ہے، جسکو سنکر وہ ایک مرتبہ ٹھٹک جاتا تھا۔ لیکن طمع دنیا پھر غلبہ حاصل کر کے اُس کا قدم آگے بڑھا دیتی تھی، وہ ایسے مواقع ڈھونڈھتا تھا کہ کسی طرح وہ اپنے دنیاوی مقصد کی حفاظت کرتے ہوئے اس جرم کے ارتکاب سے محفوظ رہے اسی بنا پر کربلا پہونچنے کے بعد اُس نے امام حسین علیہ السّلام سے سلسلۂ مراسلت و مکالمہ جاری کیا اور ابن زیاد کو

لکھا کہ مین نے حسینؑ سے بات چیت کرکے اُن کا منشا رمعلوم کیا تو اُنھون نے کہا کہ مجھکو اہل کوفہ نے دعوت دی تھی اسلئے مین یہان آیا، اب اگر وہ لوگ اپنی بات پر قائم نہیں ہین تو مین جہان سے آیا ہون وہین واپس جاتا ہون۔

اس خط کا جو جواب ابن زیاد نے دیا وہ یہ ہے۔

(اما بعد فقد بلغنی کتابک وفهمت ما ذکرت فاعرض علے الحسین ان یبایع لیزید بن معاویة هو وجمیع اصحابه فاذا فعل ذالك رأینا رأینا والسلام)

یعنی "خط پہونچا اور حال معلوم ہوا تم حسینؑ سے یہ مطالبہ کرو کہ وہ اپنی تمام اصحاب سمیت یزید بن معاویہ کی بیعت کرلین، اسکے بعد ہم صورت حال پر غور کرینگے،، عمر بن سعد حسینؑ کے استقلال اور ثبات قدم سے خوب واقف تھا اور جانتا تھا کہ جو کچھ بھی ہوجائے وہ یزید ایسے شرابخوار و فاسق کی بیعت نہ کرینگے، جس کی بنا پر اُس نے خط کے پڑھتے ہی کہا قد حسبت ان لا یقبل ابن زیاد العافیة، اب مین سمجھا کہ ابن زیاد کوئی سمجھوتہ نہیں چاہتا (طبری ج ۶ صفحہ ۲۳۴)

عمر سعد کا خیال صحیح تھا حسینؑ ایسے کمزور متلون مزاج غیر ثابت قدم نہ تھے کہ کسی بڑے خطرہ سے سہم کر اپنے اصول سے ہٹ جائین۔ اُنھون نے جو کہا تھا وہی کیا، دنیا نے دیکھ لیا کہ مصائب کے ہمت شکن پہاڑ اُنکے ثبات قدم اور کوہ گران استقلال کے سامنے سبک نظر آرہے تھے۔ اُنھون نے یزید کی بیعت نہ کی جس کا

نتیجہ یہ ہوا کہ دسوین محرم کی عصر کو زمین کربلا بی بی فاطمہ کے خون سے رنگین تھی اور شہدائے حق کے بے سر لاشے زمین و آسمان سے اُنکی جانبازی کا مرثیہ پڑھوا رہے تھے۔

ابتدا، انتہا وسط کے واقعات کو تاریخ کے طول طویل اوراق مین سے منتخب کر کے حسب موقع ترتیب کے ساتھ پیش کر دیا گیا ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ۔

(۱) حسینؑ بن علیؑ کا مدینہ سے ہجرت کرنا کس سبب سے تھا؟

(۲) کوفہ مین عبید اللہ بن زیاد کی حکومت کس غرض کے لئے تھی؟

(۳) حسینؑ بن علیؑ سے ابن زیاد کے خط کی بنا پر آخری مطالبہ کیا تھا جسکے نہ منظور کرنے کا نتیجہ قتل حسینؑ کی صورت مین ظاہر ہوا؟

جواب ظاہر ہے کہ یزید کی خلافت اور اُس کے تسلیم کرنے کا مطالبہ یہی وہ تھا جو قتل حسینؑ کا سبب تھا اور اسی مطالبہ کا منظور نہ کرنا اس عظیم شہادت کا باعث ہوا۔

یزید نے بھی خود اس حقیقت کا اعتراف کیا، اُس وقت جب مخدرات خاندان رسالت امام زین العابدین کے ساتھ یزید کے دربار مین لائی گئین یزید نے امام زین العابدینؑ سے مخاطب ہو کر کہا۔

یا علی ابوک الذی قطع رحمی وجھل حقی ونازعنی سلطانی فصنع اللہ بہ ما قد رأیت۔

اے علی بن الحسین تمھارے باپ نے میری قرابت داری کا لحاظ اور میرے حق کا پاس نہ کیا اور میری حکومت سے اختلاف کیا جس کا نتیجہ تم دیکھ رہے ہو۔ (طبری صد ۲۶۵)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قتل حسینؑ کا سبب یزید کی خلافت سے اختلاف تھا اور یہی وہ بنیادی حقی جسکی بناپر قاتلان حسینؑ نے اس عظیم قتل کا ارتکاب کیا۔

اب یہی دوسری تنقیح کہ یزید کی خلافت کس فرقہ کے مذہبی تعلیمات کی رو سے صحیح اور اُسکی حمایت حق بجانب ہو سکتی ہے؟

یہ امر کچھ زیادہ توضیح کا محتاج نہین کہ شیعون کے مذہبی اصول مین یزید بلکہ اُس سے بڑھے چڑھے افراد کی خلافت کو کوئی جگہ حاصل نہین ہے اُنھون نے تو سرے سے اُس سلسلہ ہی سے اظہار برأت کیا ہے جسکی پانچوین یا چھٹی کڑی مین یزید کی امامت و خلافت کو تسلیم کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔

رہ گئے اہل سنت مجھ کو اُنکے مذہب پر حکم لگانے کا کوئی حق نہین ہے لیکن امام اہلسنت حافظ شام جلال الدین سیوطی جو علمائے اسلام مین ایک نمایان فرد اور ذمہ دار شخص کہے جا سکتے ہین۔ اُنھون نے اپنی تاریخ الخلفاء مین اس مطلب کو بالکل صاف کر دیا ہے جس کے بعد شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہین رہتی۔

پہلے وہ کتاب کے دیباچہ مین سبب تالیف لکھتے ہوئے رقمطراز ہین

ھذا تاریخ لطیف ترجمت فیہ الخلفاء امراء المومنین القائمین بامر الامۃ من عھد ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ الی عھدنا ھذا علی ترتیب زمانھم۔

اس پرلطف تاریخ مین مین نے حالات لکھے ہین خلفاء کے جو امیر المومنین تھے اور امت اسلامیہ کی ریاست کے مالک تھے ابوبکر صدیق رضؓ کے عہد سے لیکر اپنے عہد تک اُنکے زمانہ خلافت کی ترتیب کے مطابق ؎

انھی الفاظ سے ظاہر ہے کہ وہ جن اشخاص کے حالات لکھنا چاہتے ہین اُنمین سے ہرایک کو امیر المومنین کہنے کے لئے طیار ہین اور انکی خلافت اُنکے نزدیک صحیح وسلم تھی لیکن اسکے بعد نقطۂ نظر پر پوری روشنی پڑتی ہے جبکہ وہ مصر کے خلفاء بنی فاطمہ کے حالات کو اس کتاب مین ترک کرنے کی وجہ بیان کرتے ہین ۔

لم اورد احدا من الخلفاء العبیدیین لان امامتھم غیر صحیحۃ لامور۔

مین نے اس کتاب مین خلفاء عبیدیین مین سے کسی کا تذکرہ نہین کیا ہے اسلئے کہ اُن کی امامت وخلافت متعدد وجوہ سے صحیح نہ تھی، پہلے یہ کہ وہ قریشی نہ تھے اون کو ناواقف عوام فاطمی النسل سمجھنے لگے ورنہ حقیقۃً اُن کا مورث اعلیٰ ایک مجوسی شخص تھا۔

(افسوس ہے کہ تاریخ نے اُن ریشہ دوانیوں کو جو خلیفہ عباسی کی طرف سے سلاطین بنی فاطمہ کے خلاف اُن کے نسب میں قدح کے متعلق کی گئی تھیں اور جن صورتوں سے بجبر وتہر اُس محضر پر دستخط لئے گئے تھے ہمارے سامنے پیش کر کے علامہ سیوطی کے اِس عذر کو غیر وقیع بنا دیا ہے)

دوسرے یہ کہ اکثر ان میں سے بدعقیدہ کفر وزندقہ کی طرف مائل اور اسلام سے خارج تھے اور ان میں سے بعض نے انبیاء کی شان میں گستاخیاں کیں اور بعض نے شراب کو مباح سمجھا اور بعض نے خود اپنے لئے سجدہ کا حکم دیا اور جو اُن میں ان تمام عیوب سے پاک ڈھونڈھا جائے اُس میں بھی یہ ضرور ہے کہ وہ کٹر رافضی ہے کہ جو سبّ صحابہ کا حکم دیتا ہے۔

ومثل هؤلاء لا تنعقد لهم بيعة ولا تصح لهم امامة

اور جو ایسے اشخاص ہوں اُنکی بیعت درست نہیں ہو سکتی اور نہ امامت اُنکی صحیح ہے۔"

میں حافظ سیوطی سے محاسبہ نہیں کرنا چاہتا نہ اس کی تحقیق کرونگا کہ مذکورۂ بالا الزامات صحیح ہیں یا نہیں، نہ یہ دریافت کروں گا کہ کیا خلفائے بنی امیہ وعباسیہ میں ایسے افراد نہ تھے جن سے کفر وزندقہ کا ظہور ہوا اور جو شراب اور لواطہ ایسے معاصی کو جائز سمجھے اور نہ اس سوال کی زحمت دوں گا کہ کیا اُن میں سبّ صحابہ کی نظیریں نہیں پائی جاتیں۔ اسلئے کہ میں اگر ایسا کروں تو مناظرہ کے ایک وسیع

وادی میں میرا قدم پڑ جائیگا اور میں نے مناظرہ کے لئے قلم نہیں اٹھایا ہے۔ میں تو صرف ایک واقعہ نگار کی حیثیت سے تاریخی حقائق کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

حافظ سیوطی کی اس معذرت میں یہ امر بالکل صاف ہو گیا کہ کتاب میں جن اشخاص کا تذکرہ ہے وہ ایسے ہی ہیں جن کی بیعت قواعد کے مطابق اور جنکی امامت وخلافت صحیح وجائز طور پر ثابت ہو چکی ہے۔

اس کے بعد جب ہم اسی تاریخ الخلفاء کی سیر کرتے ہوئے صفحہ ۲۰۵ پر پہونچتے ہیں تو جلی حرفوں میں یہ سرخی نظر آتی ہے "یزید بن معاویہ ابو خالد الاموی" جس کے ذیل میں مستقل طور پر یزید کے حالات درج کئے گئے ہیں۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کی بیعت صحیح و درست اور امامت وخلافت اسکی جائز اور قابل تسلیم تھی اور صفحہ ۹ میں جناب رسالتمآب کی حدیث لا یزال ھذا الدین قائما حتی یکون علیھم اثنا عشر خلیفۃ کی تشریح میں خلفاء کی فہرست لکھتے ہوئے جو اسماء درج کئے ہیں وہ بھی یوں ہیں۔

ان الناس اجتمعوا علی ابی بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی الی ان وقع امر الحکمین فی صفین فتسمی معاویۃ یومئذ بالخلافۃ ثم اجتمع الناس علی معاویۃ عند صلح الحسن ثم اجتمعوا علی ولدہ یزید ولم ینتظم للحسین امر بل قتل قبل ذالک۔

خلافت کی ترتیب یوں ہے کہ لوگوں نے ابوبکر پر اجماع کیا (تو وہ پہلے خلیفہ

ہوئے) پھر عمر پھر عثمان پھر علیؓ یہانتک کہ تحکیم کا مسئلہ پیش آیا۔ اسوقت معاویہ نے خلافت کا ادعا کر لیا لیکن لوگون کا اجماع انکی خلافت پر حسنؓ کی صلح کے موقع پر ہوا اور اسکے بعد یزید کی خلافت پر اجماع ہوا حسینؓ کے لئے امامت حاصل نہ ہو سکی بلکہ وہ اسکے قبل ہی قتل ہو گئے لہذا انھیں خلفاء میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔

شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانی کا قول بھی شرح صحیح بخاری میں حدیث مذکور کی شرح میں یون ہی ہے اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ یزید کی خلافت صحیح و جائز اور حق بجانب تھی اور ان دونوں دو بزرگ حفاظ و اماماں اہلسنت کی تحریر کے بعد اس میں شک و شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی اور اسی یزید کی خلافت تسلیم کرانے کے لیے حسینؓ بن علیؓ قتل کئے گئے جس کے بعد قدرتاً یہی نتیجہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس مذہب کے نام لیوا تھے جس میں یزید کی خلافت صحیح و جائز ہے اور ان کو شیعہ فرقہ سے کوئی تعلق نہ تھا۔

قاتلان حسینؑ کے مذہب تاریخی شواہد و نصوص

تاریخی اوراق اُن نصوص و شواہد سے چھلک رہے ہیں جن سے قاتلان امام حسینؑ کا مذہب بے پردہ ہو کر سامنے آ جاتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ اُسی اجماع سے علیحدہ نہ تھے جو کثرت کی صورت میں ہمیشہ سواد اعظم کا مصداق بنا رہا ہے تفصیل کے لئے ایک طویل وقت و فرصت کی ضرورت ہے لیکن بغیر کسی مخصوص تتبع اور تجسس کے

جو شواہد پیش نظر ہین اُنہی کو قلم برداشتہ فہرست کے طور پر درج کردینا کافی معلوم ہوتا ہے

(۱)

وہ وقت کہ جب مسلم بن عقیل کوفہ مین آکر فرزند رسول کی بیعت لے رہے ہین اور بنی اُمیہ کے مظالم سے گھبرائی ہوئی خلقت اس موقع کو غنیمت جان کر ٹوٹ پڑی ہے اور نعمان بن بشیر جو کوفہ کا حاکم ہے اپنی نطری صلح پسندی کے باعث طرح دے رہا ہے عین اسی موقع پر ایک خط جاتا ہے کوفہ سے یزید کے پاس جس کی عبارت یہ ہے۔

اما بعد فان مسلم بن عقیل قد قدم الکوفۃ فبایعتہ الشیعۃ للحسین بن علی فان کان لک بالکوفۃ حاجۃ فابعث الیھا رجلا قویا ینفذ امرک و یعمل مثل عملک فی عدوک فان النعمان بن بشیر رجل ضعیف او ھو یتضعف "

مسلم بن عقیل کوفہ آگئے ہین اور شیعون نے اُنکے ہاتھ پر حسینؑ بن علیؑ کی بیعت کی ہے۔ اگر آپ کو کوفہ مین اپنی سلطنت قائم رکھنا ہے تو ایک طاقت دار شخص کو یہان مقرر کیجئے جو آپ کے حکم کو نافذ کرے اور دشمن کے ساتھ وہ سلوک کرے جو آپ خود اگر ہوتے تو کرتے اسلئے کہ نعمان بن بشیر (جو کوفہ کا حاکم ہے) وہ فطرۃً کمزور ہی یا کسی وجہ سے کمزوری کر رہا ہے "

اس مضمون کے لکھنے والے تین آدمی ہین (۱) عبداللہ بن مسلم بن سعید

حضرمی حلیف بنی امیہ (۲) عمارۃ بن عقبہ (۳) عمر بن سعد بن ابی وقاص یزید نے اس خط کو دیکھکر اُن واقعات کے بعد جو سابق مین نظر سے گذر چکے ہین جو فرمان ابن زیاد کے نام لکھا اُسکی عبارت قابل دید ہے۔

اما بعد فانہ کتب الی شیعتی من اھل الکوفۃ یخبرونی ان ابن عقیل بالکوفۃ یجمع الجموع لشق عصا المسلمین فسر حین تقرء الخ۔

میرے پاس میرے شیعون نے جو کوفہ کے رہنے والے ہین یہ لکھا ہے کہ ابن عقیل کوفہ مین جتھے جمع کرکے مسلمانون کی موجودہ بنی بنائی بات کو بگاڑنا چاہتے ہین لہذا تم فوراً وہان جاؤ اور مسلم پر قابو حاصل کرکے سزا دو (طبری ج ۶ صہ ۱۹۹ ۔ ۲۰۰)

محترم ناظرین! پہچان تو لیا ہوگا یہ عمر بن سعد کون ہے جو اس خط کے لکھنے والون مین ہے؟ بیشک یہ وہی سپہ سالار ہے جو حسینؑ بن علیؑ کے قتل کے لیے بھیجا گیا تھا جس نے سب سے پہلا تیر لشکر حسینؑ کی طرف رہا کیا تھا (طبری ج ۶ صہ ۲۴۵)

اُسکی لفظین کہ بایعتہ الشیعۃ للحسین بن علی "شیعہ جماعت نے مسلم کے ہاتھ پر حسین کی بیعت کرلی ہے"۔ صاف بتلاتی ہین کہ اس شخص کو جماعت شیعہ سے کوئی تعلق نہ تھا اور پھر یزید کی یہ تحریر کہ کتب الی شیعتی من اھل الکوفۃ "مجھ کو میرے شیعون نے کوفہ سے لکھا ہے" بتلا رہی ہین کہ یہ شخص یزید کا شیعہ اور اُسکی خلافت کو تسلیم کرنے والی جماعت سے تھا، اب اس کا فیصلہ ہمارے مضمون کی گذشتہ قسط دیکھ چکنے والے ناظرین کر اتھ ہے کہ اس کا تعلق کس فرقہ کے ساتھ ہوسکتا ہے؟

(۴)

حسینؑ بن علی مکہ معظمہ سے روانہ ہو کر کوفہ کے قریب پہونچ چکے ہین اور حصین بن تمیم کے حکم سے جو قادسیہ مین ناکہ بندی کے لئے مقرر تھا حر بن یزید ریاحی ایک ہزار کی فوج کے ساتھ سدراہ ہونے کے لئے آ گیا ہے اور حضرت کے ساتھ ساتھ ہے کہ حضرت کو مدینہ رسول واپس نہ جانے دے اور چلتے چلتے قافلہ نینوا پہونچا اُسی وقت ایک مسلح ناقہ سوار کوفہ کی طرف سے آتا ہوا دکھائی دیا جس کا دونون طرف کے لوگ بےچینی سے انتظار کرنے لگے۔ جب وہ قریب پہونچا تو اُس نے حر اور اصحاب حر کو تو سلام کیا لیکن حسینؑ بن علی اور اُنکے اصحاب کو سلام نہین کیا۔ وہ ابن زیاد کا خط لایا تھا حر کے نام جس مین لکھا تھا کہ "میرا خط پہونچتے ہی حسینؑ کے ساتھ سختی شروع کر دینا اور اُن کو ایسی جگہ اترنے دینا جہان اُن کے لئے کوئی محفوظ جائے پناہ نہ ہو اور نہ پانی ہی نزدیک موجود ہو۔"

امام حسینؑ کے ساتھیون مین سے یزید بن زیاد بن مہاصر ابو الشعثا کندی نے خط لانے والے کو پہچانا اور پکار کر کہا کہ

"کیا مالک بن نسیر بدی تو ہے؟"

اُس نے کہا "ہان مین وہی ہون" ابو الشعثا نے کہا "ثکلتک امک ماذا جئت فیہ" خدا تجھے غارت کرے۔ یہ تو کس کام کے لئے آیا ہے؟"

اُس نے جواب دیا وما جئت فيه اطعت امامی ووفيت ببيعتی" میں
اور کس کام کو آیا ہوں؟ میں نے اپنے امام کی اطاعت کی اور بیعت کو پورا کیا۔"
ابو الشعثاء نے کہا کہ

عصيت ربك واطعت امامك فی هلاك نسلك كسبت العار والنار قال الله عز وجل وجعلنا منهم ائمة يدعون الى النار ويوم القيامة لا ينصرون فهو امامك۔

تو نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی اور اپنے امام کی اطاعت کر کے اپنی ہلاکت کا سامان کیا، تو نے دنیا کی فضیحت اور عذاب آخرت دونوں کو مول لے لیا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ایسے امام بھی ہیں جو لوگوں کو آتش جہنم کی طرف دعوت دیتے ہیں اور روز قیامت اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا، ان معنوں سے بے شک وہ تیرا امام ہے (طبری ج ۶ صفحہ ۲۴۱)

یہ مالک بن نسیر کون ہے؟ یہ وہی ہے کہ روز عاشور جب فرزند رسولؐ زخموں سے چور ہو کر زمین پر تشریف لا چکے تھے تو وہ شقی آیا اور حضرت کے سر اقدس پر تلوار لگائی جو عمامہ کو کاٹ کر سر میں اتری اور تمام عمامہ خون سے تر ہو گیا، طبری میں اس واقعہ کا تذکرہ حسب ذیل عبارت میں ہے۔

"مكث الحسين طويلا من النهار كلما انتهى اليه رجل من الناس انصرف عنه وكره ان يتولى قتله وعظيم اثمه عليه قال

وان رجلا من کندۃ یقال لہ مالک بن النسیر من بنی بدا اتاہ فضربہ علی راسہ بالسیف وعلیہ برنس لہ فقطع البرنس و اصاب السیف راسہ فادمی راسہ فامتلأ البرنس دما فقال لہ الحسین لا اکلت بھا ولا شربت وحشرک اللہ مع الظالمین (ج ۶ صفحہ ۲۵۷)

اس کا یہ کہنا کہ اطعت امامی و وفیت ببیعتی صاف بتلاتا ہے کہ وہ یزید کو امام وقت سمجھتے ہوئے اسکی بیعت کا پابند تھا اور یہ شیعہ مذہب سے اسکی بے تعلقی اور دوسری جماعت سے وابستگی کی بہترین دستاویز ہے۔

اسکے مقابلہ مین ابوالشعثاء کا یہ جواب کہ وہ ان ائمہ مین سے ہی جو نار جہنم کی طرف دعوت دیتے ہین عقیدۂ تشیع کا پورا مظاہرہ ہے اور اس مقابلہ سے ظاہر ہے کہ کون جماعت کس فرقہ سے تعلق رکھتی تھی؟

(۳)

فرزند رسول کربلا مین پہونچے اور دشمنون نے محاصرہ کرلیا، ساتوین تاریخ قاصد آتا ہے اور ابن زیاد کی طرف سے عمر سعد کو یہ خط دیتا ہے۔

اما بعد فحل بین الحسین واصحابہ وبین الماء ولا یذوقوا منہ قطرۃ کما صنع بالتقی الزکی المظلوم امیر المومنین عثمان بن عفان حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے سامنے پانی کی طرف سدراہ ہوجاؤ اور انکو

ایک قطرہ چکھنے کو بھی ملنے نہ پائے جیسا کہ تقی زکی مظلوم امیرالمومنین عثمان بن عفان کے ساتھ سلوک کیا گیا تھا (طبری ج ۶ صفحہ ۲۳۴)

ابو حنیفہ احمد بن داؤد دینوری متوفی ۲۸۱ھ نے بھی اپنی کتاب (الاخبار الطوال) طبع مصر صفحہ ۲۵۲ مین اس خط کو حسب ذیل لفظون مین نقل کیا ہے۔

"امنع الحسین واصحابہ الماء فلا یذوقوا منہ حسوۃ کما فعلوا بالتقی عثمان بن عفان۔"

کہان ہین قاتلان حسینؑ کو شیعہ کہنے والے آئین اور آنکھین کھول کر اپنے امام اور حافظ محمد بن جریر طبری کی تحریر پر نظر ڈالین اور پھر تبلائین کہ قاتلان حسینؑ کا مذہب کیا تھا؟ حضرت عثمان کی مظلومیت کا مرثیہ خوان کون ہوسکتا ہے حضرت عثمان کو امیرالمومنین کون کہتا ہے؟ حضرت عثمان کے خون کا بدلا لینے کا حق کس کو پہونچتا ہے؟

اگر شیعہ انہی عقائد کے رکھنے والون کا نام ہے جیسا کہ علامہ ابن حجر مکی نے تمام اُن احادیث کو جن مین شیعون کی مدح ہے اپنی جماعت پر چسپان کرنے کی فکر کی ہے (دیکھو صواعق محرقہ طبع مصر صفحہ ۹۴ و ۹۵) تو ہمین بھی یہ کہنے مین عذر نہین کہ قاتلان امام حسین علیہ السلام شیعہ تھے۔

(۴)

نویں محرم کی شام اور عمر سعد کا اپنے لشکر کو حکم دینا کہ فوج حسینی پر حملہ کر دو اور سیدالشہداء کا حضرت عباس کو حکم دینا کہ وہ فوج کے سامنے جا کر ان کا مقصد معلوم کریں، وہ وقت تھا کہ حضرت عباس بیس سواروں کی جمعیت میں دشمن کے ٹڈی دل لشکر کے سامنے گئے اور دریافت کیا کہ یہ بے وقت کی پیش قدمی کیسی؟ جواب ملا "امیر کا حکم ہے کہ یا تم لوگ اطاعت قبول کر لو اور یا فیصلہ کن جنگ ہو جائے" جناب عباس یہ کہکر کہ میں امام حسینؑ سے جا کر عرض کرتا ہوں۔ وہاں سے ہٹے اور وہ جماعت کہ جو آپ کے ساتھ تھی وہیں کھڑی رہی حبیب بن مظاہر نے اس موقع کو غنیمت جانا اور چاہا کہ فریق مقابل کے سامنے تبلیغ و موعظہ کے فرض کو انجام دیں اور یوں تقریر شروع کی:

"یاد رہے خدا کی قسم بدترین قوم وہ ہوگی جو روز قیامت خدا کا سامنا کرے گی۔ اس حالت میں کہ اس نے نبی کی ذریت کو قتل کیا ہوگا اور انکی عترت کا خون بہایا ہوگا اور ان کے ساتھ ان عابد و زاہد خدا کے بندوں کو جو پچھلے پہر عبادت خدا کرتے اور جن کی زبانیں ذکر الٰہی کے ساتھ متحرک رہتی ہیں بے گناہ قتل کیا ہوگا۔"

عزرۃ بن قیس احمسی جو فوج مخالف میں تھا اس نے مذاق کے طور پر کہا "حبیب جہاں تک ہوتا ہے تم اپنی تعریف ضرور کرتے ہو کہ میں بڑا عابد و تہجد گذار ہوں۔"

زہیر بن قین نے پکار کر کہا" عزرہ اس مین حسد بے کار کا ہے، خدا ہی نے اُن کے نفس کو آراستہ کیا ہی اور اُسکو راہ راست کی طرف ہدایت کی ہی۔

عزرہ مین تم کو نصیحت کرتا ہون کہ خدا سے خوف کرو اور خدا کا واسطہ تم اس جماعت مین نہ رہو کہ جو گمراہ ہوکر بے گناہ نفوس کے قتل کا ارتکاب کر رہی ہی۔

عزرۃ بن قیس یہ سنکر زہیر کی طرف مڑگیا اور کہا۔

یازہیر ماکنت عندنا من شیعۃ اہل ھذا البیت انما کنت عثمانیا۔

"اے زہیر تم ہو۔ تم تو ہماری دانست مین اس خاندان کے شیعون مین سے نہ تھے بلکہ عثمانی مذہب رکھتے تھے"

زہیر نے کہا۔

افلا تستدل بموقفی ھذا انی منھم الخ

"اچھا اب تو میرے یہان ہونے سے تم سمجھے کہ مین شیعیان اہلبیت مین سے ہون یاد رکھو کہ مین نے امام حسینؑ کو نہ کبھی کوئی خط بھیجا تھا نہ کوئی قاصد روانہ کیا تھا اور نہ کبھی نصرت کا وعدہ کیا تھا لیکن رستہ مین اتفاق سے مجھسے اُن سے ملاقات ہوگئی اُسوقت مجھے رسالتمآب کا اور اُس تعلق کا جو ان کو حضرت رسولؐ سے ہے خیال آگیا اور مجھ کو معلوم ہوا کہ وہ اپنی دشمن جماعت یعنی تمھارے گروہ کی طرف جا رہے ہین اسوقت مین نے دل پر ٹھان لی کہ انکی مدد کرون اور انکے انصار مین داخل ہوکر

اپنی جان کو اُن پر سے فدا کریں خدا اور رسول کے اُن حقوق کی نگہداشت کے لئے
جنھیں تم نے ضایع و برباد کر دیا ہے (طبری ج ۶ صفحہ ۲۴۳)

"تم تو شیعہ جماعت سے نہ تھے بلکہ عثمان کے ماننے والوں میں سے تھے"

صریحی دلیل ہے کہ یہ طے شدہ امر تھا کہ اسوقت جو حسینؑ کا ساتھ دے وہ شیعہ
جماعت سے ہے اور وہ لوگ جو انکے مقابل میں تلواریں کھینچے ہوئے ہیں عثمانی
المسلک اور مخالف تشیع ہیں اور زہیر کا یہ مقولہ کہ "اب تو میرے یہاں ہونے سے
سمجھے کہ میں شیعۂ اہل بیت ہوں" وہ بھی اس کا زبردست مؤید ہے۔

(۵)

روز عاشور جبکہ جنگ چھڑ چکی ہے اور انصار حضرت سید الشہداء کی ایک کافی
تعداد قتل ہو چکی ہے اُسوقت یزید بن معقل قبیلہ بنی عمیرة بن ربیعہ میں سے لشکر
عمر سعد کی صف سے باہر نکلتا ہے اور بریر بن خضیر کو آواز دیکر کہتا ہے۔

کیف ترى الله صنع بك دیکھتے ہو خدا نے تمھارے ساتھ کیا سلوک کیا
یہ سنکر بریر نے جو اصحاب حضرت سے تھے جواب دیا صنع الله والله بی خیرا
وصنع الله بك شرا میرے ساتھ تو خدا نے اچھا ہی اچھا سلوک کیا، بے شک
تیری بڑی بری درگت لگائی"

یزید نے کہا۔

کذبت وقبل الیوم ماکنت کذابا ھل تذکروانا اماشباٹ فی بنی لوذان وانت تقول ان عثمان بن عفان کان علی نفسہ مسرفا وان معاویۃ بن ابی سفیان ضال مضل وان امام الھدی والحق علی بن ابی طالب۔

"تم توجھوٹ کہہ رہے ہو اگرچہ اسکے قبل تم کبھی جھوٹ بولتے نہ تھے، اچھا تمھین یاد ہے جب مین تمھارے ساتھ بنی لوذان کی جماعت مین جارہا تھا اور اُسوقت تم حضرت عثمان کے متعلق کہہ رہے تھے کہ (معاذ اللہ) وہ اپنے نفس پر ظلم کرنے والے یعنی معصیت کار شخص تھے اور معاویہ بن ابی سفیان گمراہ اور دوسرون کو گمراہ کرنیوالا ہے اور سچے امام اور رہنما اگر ہین تو وہ صرف علی بن ابیطالبؑ ہین"

بریر نے کہا "بیشک میرا مذہب یہی تھا اور اب بھی مین اپنی بات پر قائم ہون"

یزید بن معقل "فانی اشھد انک من الضالین مین تو گواہی دیتا ہون کہ تم گمراہ ہو"

بریر "اچھا تو یہ تدبیر کرو کہ ہم اور تم مباہلہ کرین اور خدا سے دعا کرین کہ وہ کاذب پر لعنت کرے اور جو باطل پر ہو وہ دوسرے کے ہاتھ سے قتل ہو پھر اس کے بعد مین نکل کر تم سے جنگ کرون"

یزید۔ اچھا یونہی سہی"

مباہلہ ہوا اور دونون نے دعا کی کہ بار الٰہا جو حق پر ہو وہ دوسرے کو قتل کرنے مین کامیاب ہو اس کے بعد آپس مین تلوار چلنے لگی۔ یزید نے ایک وار بریر پر کیا جو

اور چھا بڑا اور کوئی صدمہ بریر کو نہ پہونچا ، بریر کی جو باری آئی تو ایک تلوار ایسی لگائی
جو مغفر کو کاٹتی ہوئی کاسۂ سر میں پہونچی اور وہ گھوڑے سے گرا اس طرح کہ تلوا
بریر کی اُسکے سر میں قائم تھی اور بریر نے اطمینان کے ساتھ تلوار کو اس کے سر سے
کھینچا (طبری ج ۶ صفحہ ۲۴۷)

اب تو معلوم ہوا کہ انصار حضرت سید الشہداء کا مذہب کیا تھا اور مخالف جماعت
کس فرقہ سے تعلق رکھتی تھی ؟

مجھ کو یہ دیکھ کر مسرت محسوس ہو رہی ہے کہ میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ اپنی زبان
سے نہیں اور نہ اپنا طبعزاد بلکہ وہ ایک مسلم امام فن اور حافظ اہلسنت کی تاریخی
شہادت ہے جسکے دیکھنے کے لئے دیدۂ بینا کی ضرورت ہے ۔

مباہلہ کا نتیجہ تاریخ کے اندر غیر مبہم لفظوں میں سامنے موجود ہے اور جس بات
پر مباہلہ ہوا تھا وہ بھی بغیر کسی گنجلک کے پیش نظر ہے ، اس سے حق و باطل کا
نقشہ بھی بغیر کسی حجاب کے سامنے آجاتا ہے اور معلوم ہو جاتا ہے کہ حق کس طرف
تھا اور وہ کیونکر ظاہر ہوا ۔

(۶)

بریر لڑ بھڑ کر قتل ہو گئے اور اُنکا قاتل کعب بن جابر بن عمرو ازدی فتح و ظفر
کی مسرت اور جائزہ و انعام کے خوشگوار توقعات کے ساتھ واقعہ کربلا کے بعد اپنے گھر

کوفہ واپس گیا لیکن اُسکی بیوی یا بہن نوار بنت جابر نے کہا "تونے فرزند فاطمہ زہرا کے قتل مین شرکت کی اور سید القراء ابریر کو اپنے ہاتھ سے قتل کر کے بڑا غضب کیا اب مین تجھ سے کبھی بات نہ کرونگی"

اس موقع پر کعب بن جابر نے جو اشعار نظم کیے ہین وہ درج ذیل ہین۔

سلی تخبری عنی وانت ذمیمۃ غداۃ حسین والرماح شوارع

لوگون سے دریافت کر تجھے معلوم ہوگا میرا حال حسینؑ والے دن جبکہ نیزے جنگ کے لئے سیدھے ہوچکے تھے۔

الم ات اقصی ما کرھت ولم یخل علی غداۃ الروع ما انا صانع

کیا مین نے بہترین طریقہ پر انجام نہین دیا اُس امر کو جس کا تجھ کو صدمہ ہے اور عالم جنگ مین اُس کارنمایان کے انجام دینے مین مجھ سے کوئی کوتاہی نہین ہوئی

معی یزنی لم تخنہ کعوبہ وابیض مخشوب الغرارین قاطع

میرے پاس ایسا نیزہ تھا جس نے میدان جنگ مین دغا نہین کی اور تلوار تھی کہ جس کی دھار تیز اور کاٹ دار تھی۔

فجردتہ فی عصبۃ لیس دینہم بدینی وانی بابن حرب لقانع

مین نے اُس تلوار کو کھینچ لیا ایسی جماعت کے قتل کے لئے کہ جن کا مذہب میرے مذہب سے جداگانہ ہے اور میرا دارومدار تو ابوسفیان کی اولاد پر ہے۔

ولم ترعینی مثلھم فی زمانھم ولا قبلھم فی الناس اذا نا یافع

اس مین شک نہین کہ میری آنکھ نے اُن لوگون کے ایسے لوگ نہ دیکھے تھے نہ اُن کے زمانہ مین اور نہ اُنکے پہلے اُسوقت کہ جب میری نوجوانی تھی۔

اشد قراعا بالسیوف لدی الوغا الا کل من یحمی الذمار مقارع

جو تمام دنیا سے زیادہ جنگ کے موقع پر سخت شمشیر زنی کرنے والے ہون اور بیشک جو اپنی ذمہ داری کی حفاظت کرنے والا ہوگا وہ اسی طرح شمشیر زنی کریگا۔

وقد صبروا للطعن والضرب حسرا وقد نازلوا لوان ذلک نافع

وہ نیزہ و شمشیر کھانے کے لئے زرہین آتار آتار کر مقابلہ پر کھڑے رہے اور جنگ بھی خوب کی لیکن (قلت تعداد اور دشمن کی قوت کے سبب سے) اُن کو جنگ سے فائدہ کب پہونچ سکتا تھا۔

فابلغ عبید اللہ اما لقیتہ بانی مطیع للخلیفۃ سامع

کوئی میرا پیغام ابن زیاد سے ملکر پہونچادے کہ مین بجان و دل خلیفۂ وقت کا مطیع وتابع فرمان ہون (طبری ج ۶ صفحہ ۲۴۷ - ۲۴۸)

"لیس دینھم بدینی" کا فقرہ تبلا رہا ہے کہ اس کا مذہب انصار امام حسینؑ کے مذہب سے خلاف ہے اور انصار امام حسینؑ کے مذہب کی تصویر اُس عقیدہ مین صاف نظر آرہی ہے جس کا مباہلہ کے موقع پر بریر نے اعلان کردیا۔ اگر سواد اعظم اسلام اسی عقیدہ کا معتقد ہے کہ جس کا بریر نے اظہار کیا تو یونہی سہی اور اگر وہ اُس عقیدہ کے خلاف ہے تو پھر قاتلان امام حسینؑ کا مذہب بھی معلوم۔

(۷)

اب اصحاب امام حسینؑ میں سے نافع بن ہلال جملی جنگ کے لئے نکلے اور وہ یوں رجز پڑھ رہے تھے۔

(انا الجملی انا علی دین علی)

"میں قبیلہ نبی جمل میں سے اور علی کے مذہب پر ہوں۔"
ایک شخص مقابلہ پر نکلا جس کا نام مزاحم بن حریث تھا اس نے کہا انا علی دین عثمان "میں تو عثمان کے مذہب پر ہوں۔"
نافع نے کہا "انت علی دین شیطان" یہ کہکر حملہ کیا اور اسے قتل کر ڈالا (طبری صہ ۲۴۹)

لے لیجئے! اب تو تاریخ نے کوئی تسمہ باقی نہیں رکھا، طرفین کے مذہب کو اتنی روشنی کے ساتھ پیش کر دیا ہے کہ شک و شبہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۸)

عین موقع جنگ پر لشکر عمر سعد میں عمرو بن الحجاج نے کھڑے ہو کر آواز دی یا اھل الکوفۃ الزموا طاعتکم وجماعتکم ولا ترتابوا فی قتل من مرق من الدین وخالف الامام۔

اے اہل کوفہ امیر کی اطاعت اور اپنی متفقہ رائے پر سختی سے قائم رہو۔ اور کوئی شک نہ کرو ان لوگوں کے قتل میں جو مذہب سے نکل گئے ہیں اور امام کی مخالفت کر رہے ہیں "

امام حسینؑ نے یہ آواز سنی اور فرمایا "اے عمرو بن الحجاج تو میری جنگ کے لئے لوگوں کو آمادہ کر رہا ہے؟! کیا ہم مذہب سے نکل گئے اور تم مذہب پر قائم ہو خدا کی قسم جب یہ چند روزہ زندگی ختم ہوگی اور موت کا مزہ چکھو گے اسوقت معلوم ہوگا کہ کون مذہب سے نکلا تھا اور کون آتش جہنم میں سزا پانے کا مستحق ہے

(طبری صـ ۲۴۶)

اب کوئی بتلائے کہ وہ کونسا مذہب ہے جس سے علیحدہ ہونے کا الزام حسینؑ و اصحاب حسینؑ کو دیا جا رہا ہے اور یزید کی امامت کو تسلیم کرتے ہوئے مخالفت امام کا الزام تاریخ الخلفاء سیوطی کی روشنی میں کس جماعت کی طرف سے عائد کیا جا سکتا ہے؟!!

(۹)

فرزند رسولؐ شہید ہو چکے اور حرم رسالت کے مخدرات اسیر ہو کر دربار ابن زیاد میں لائی گئیں اور ابن زیاد نے اعلان کرایا کہ لوگ مسجد جامع میں مجتمع ہوں، اس موقع پر ابن زیاد نے منبر پر جاکر جو تقریر کی ہے اسکا افتتاحی حصہ یہ ہے کہ :-

الحمد للہ الذی اظہر الحق و اھلہ و نصر امیر المومنین یزید بن معاویۃ و حزبہ و قتل ..... الحسین بن علی و شیعتہ۔

"خدا کا شکر جس نے حق اور اہل حق کو فتح عنایت کی اور خلیفہ وقت یزید بن معاویہ اور اُنکے گروہ کی مدد فرمائی اور حسین بن علی کو اُنکے شیعوں سمیت قتل کیا" (طبری صفحہ ۲۶۱)

اس سے بھی صریحاً ظاہر ہے کہ حسینؑ کے ساتھ قتل ہونیوالی جماعت شیعہ تھی اور اُن کے قتل کرنے والے اس جماعت سے تعلق نہ رکھتے تھے بلکہ وہ اُس مذہب کے نام لیوا تھے جسے ابن زیاد حق کہتے ہوئے اُسکی فتح پر شکر ادا کر رہا ہے اور وہ یزید کو امیر المومنین اور خلیفہ حق سمجھنے والی جماعت مین داخل تھے۔

(۱۰)

شہدائے راہ خدا کے سر ابن زیاد کے حکم سے زحر بن قیس کے ساتھ شام یزید بن معاویہ کے پاس بھیجے گئے اور زحر نے دربار مین آکر فتح و نصرت کی مبارکباد دیتے ہوئے کربلا کا واقعہ اس طرح بیان کرنا شروع کیا۔

ابشر یا امیر المومنین بفتح اللہ و نصرہ ورد علینا الحسین بن علی فی ثمانیۃ عشر من اھل بیتہ وستین من شیعتہ فسرنا الیھم فسألناھم ان یستسلموا و ینزلوا علی حکم الامیر عبید اللہ بن زیاد او القتال فاختاروا القتال

علی الاستسلام نغد ونا علیهم مع شروق الشمس فاحطنا بهم من کل ناحیة حتی اذا اخذت السیوف مأخذ ھا من ھام القوم یھربون الی غیر وزر ویلوذون منا بالآکام والحفر لواذ اکما لاذ الحمائم من صقر فواللہ یا امیر المومنین ما کان الاجزر جزور او نومة قائل حتی اتینا علی اٰخرھم فھا تیک اجسادھم مجردة وثیابھم مرملة وخدودھم معفرة تصھرھم الشمس وتسفی علیھم الریح زوارھم العقبان والرخم۔

"خوش ہو جیے اے امیر المومنین خدا کی فتح و نصرت سے آپکو معلوم ہونا چاہیے کہ حسین بن علی ہمارے سامنے آئے اور اُن کے ساتھ اٹھارہ آدمی اُنکے اہلبیت مین سے تھے اور ساٹھ آدمی اُن کے شیعون مین سے ہم نے اُنسے مطالبہ کیا کہ یا تو وہ تابع فرمان ہو جائین اور امیر عبید اللہ بن زیاد کے حکم کو تسلیم کرلین اور یا جنگ کرین۔ مگر اُن لوگون نے جنگ کو اختیار کیا، آفتاب نکلا ہی تھا کہ ہم انکی جنگ کے لئے چڑھ دوڑے اور ہر طرف سے اُن کا محاصرہ کرلیا۔ یہان تک کہ جب اُنکے سرون پر ہماری تلوار دن نے پورا قابو پالیا تھا تو اُنکی یہ حالت تھی کہ وہ چارون طرف بھاگتے پھر رہے تھے۔

(جتنا چاہے ظالم جھوٹ بول لی، امیر شام کا دربار ہے اور زبان تیرے دہن مین اور کوئی ٹوکنے والا موجود نہین)

لیکن کہین پناہ نہ ملتی تھی اور وہ پہاڑیون اور گڑھون مین چھپتے پھر رہے تھے اُسی طرح جیسے کبوتر باز شکاری سے چھپتے پھرتے ہین، خدا کی قسم ای امیرالمومنین بس اتنی دیر لگی تھی کہ جیسے قصاب گوسفند کو ذبح کرے یا دو پہر کو کسی کی آنکھ لگ کر کھلجائے کہ ہم نے اُنکی پوری جماعت کو کاٹ کر ڈالدیا، اب یہ منظر آپ کے پیش نظر ہے کہ اُنکے جسم برہنہ پڑے ہین - اور اُنکے کپڑے خاک مین اٹے اور اُنکے رخسار مٹی مین بھرے ہین آفتاب پوری تمازت کے ساتھ اُن پر چمک رہا ہے اور ہوا کے جھونکے مٹی اڑا اڑا کر اُن پر ڈال رہے ہین اور طائران ہوا اُنکے گرد جمع ہین ؎

طبری کے راوی کا بیان ہے۔ (اگرچہ ہم کو اس کا یقین نہین) کہ اس دل دوز مرقع کا تصور کرکے یزید کی آنکھون مین آنسو بھر آئے (ص۲۶۴)

ابوحنیفہ دینوری کی کتاب الاخبار الطول ص۲۵۵ اور دمیری کی کتاب حیوۃ الحیوان ج ا ص۵۳ مین بھی یہ تقریر موجود ہے لیکن وہان اسکی شمر بن ذی الجوشن کی طرف نسبت دی گئی ہے جو دور از قیاس نہین ہے۔

ہمارا مطلب اس جملہ سے ہے کہ "ستین من شیعتہ" یعنی حسین کیساتھ اٹھارہ اُنکے اہلبیت اور ساٹھ اُنکے شیعہ تھے، اب تو معلوم ہوا کہ حسین کے قدم پر اس ثبات قدم و استقلال کے ساتھ جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ قاصر ہے جان نثار کرنے والے شیعہ ہی تھے اور وہ کثیر التعداد جماعت کہ جو قتل حسین کے لئے جمع ہوئی تھی شیعیت سے کوئی واسطہ نہ رکھتی تھی۔

(۱۱)

قتل حسینؑ کی خوشخبری ابن زیاد کی طرف سے مختلف اطراف میں بھیجی جارہی ہے جن میں سے عبدالملک بن ابی الحارث سلمی قاصد بنا کر مدینہ بھیجا گیا کہ وہ عمرو بن سعید بن العاص کو جو اس موقع پر مدینہ کا حاکم تھا اس واقعہ کی خبر کرے،

قاصد پہونچا اور حاکم مدینہ کو واقعہ سے مطلع کیا، اُس نے کہا کہ اچھا جا کر مدینہ کے گلی کوچوں میں اس کا اعلان کردو چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ عبدالملک ناقل ہے:

فلم اسمع واللہ واعیۃ قط مثل واعیۃ نسآء بنی ھاشم فی دورھن علی الحسین

"میں نے آجتک ایسا کہرام نہیں سنا تھا جیسا بنی ہاشم کی عورتوں میں گھروں کے اندر حسین پر کہرام برپا ہوگیا تھا"

یہ دیکھکر عمرو بن سعید ہنسا اور عمرو بن معدیکرب کا یہ شعر مثالاً پڑھا۔

عجت نسآء بنی زیاد عجۃ کعجیج نسوتنا غداۃ الارنب

یعنی آج ان عورتوں کو اسیطرح رونا پڑا ہے جیسے ہماری عورتیں ایک وقت میں رو چکی ہیں

پھر کہا کہ ھذہ واعیۃ بواعیۃ عثمان بن عفان۔

یہ کہرام بدلے میں ہے اُس کہرام کے جو عثمان بن عفان کے قتل پر ہوا تھا (طبری ص۲۶۸)

ہاں بے خبر دنیا چند روز کے لئے ہنسا رہی ہے تو ہنس لے لیکن یاد رکھ کہ اس کا نتیجہ سر پکڑکر رونے کے سوا کچھ نہیں، عثمان کے خون کا بدلہ حسین سے ؟!

اچھا یون ہی سہی لیکن یاد رہے کہ عثمان کے بعد اُن کے قاتل پھلے پھولے اور ایک طویل عرصہ تک دنیا مین زندگی بسر کی لیکن حسینؑ کے قاتل چند ہی روز مین اس طرح نیست و نابود ہو گئے کہ اُن کا نام و نشان بھی باقی نہ رہیگا۔

یہ ہین مسلمہ تاریخی شہادتین جو قاتلان حسینؑ کے مذہب کی ترجمانی کر رہی ہین ان کو شیعہ کہنے والے سامنے آئین اور نکالڈالین طبری مین سے ان اوراق کو جو قاتلان حسین کو غیر شیعہ بتلا رہے ہین اور دریا برد کر دین اُن تاریخون کو جو اُنکی ہمزبان ہین اُسوقت بے شک یہ جرأت کرنے کا موقع ہے کہ وہ پھر کہین "قاتلان حسینؑ شیعہ تھے"۔

عام اہل کوفہ کا مذہب

یہ خیال اکثر دماغون مین گردش کرتا ہے کہ اہل کوفہ عام طور پر شیعہ مذہب رکھتے تھے کیونکہ وہ جمل و صفین و نہروان مین حضرت علیؑ کے شریک جنگ اور معاون و ہمدرد تھے اور اس طرح جو کچھ حضرت علیؑ کو اپنے اصحاب سے تکلیفین پہونچین وہ شیعون کی سیاہ کاریان ہین اور حضرت امام حسنؑ کو جو مصائب برداشت کرنا پڑے وہ بھی انہی کے ہاتھون اور یہی وہ لوگ ہین جنھون نے امام حسینؑ کو شہید کیا اور اسکی سند مین حسب ذیل حوالہ پیش کیے جاتے ہین۔

۱۔ حضرت مسلم نے جو پیغام امام حسینؑ کے پاس بھیجا تھا۔ اُس مین لکھا تھا

لا یغررک اھل الکوفۃ فانھم اصحاب ابیک الذین تیمنی فراقھم بالموت او القتل۔

"اہل کوفہ کے فریب مین نہ آئیے کیونکہ آپ کے والد کے یہ وہی اصحاب ہین جنسے بذریعہ موت یا قتل وہ جدائی کے متمنی تھے۔"

(۲) خود حضرت نے اہل کوفہ کو مخاطب کرکے فرمایا۔

"اگر شما رائے دگرگون کنید وعہد بشکنید وحمل بیعت از گردن فرو نہید قسم بجان من کہ از شما شگفت نہ باشد چہ باپدر من علی و برادر من حسن و پسر عم من مسلم جز این نکردید۔" (ناسخ التواریخ)

(۳) محمد حنفیہ نے جب مکہ مین امام کو سفر عراق سے منع کرنا چاہا تو کہا "اے برادر جو کچھ غدر و مکر اہل کوفہ نے آپ کے پدر و برادر کے ساتھ کیا آپ جانتے ہین، مین ڈرتا ہون کہین آپ سے بھی اسی طرح سلوک کرین (جلاء العیون)

لیکن مندرجۂ ذیل دو تنقیحون کے بعد یہ پوری تقریر باد رہوا ثابت ہوتی ہے۔

(۱) حضرت علیؑ کی بیعت کرکے آپکے ساتھ لڑائیون مین شریک ہونیوالون نے آپ سے رسولؐ کے بعد بحیثیت وصی برحق و خلیفۂ بلافصل بیعت کی تھی یا پہلے دوسرے تیسرے دور کے بعد بحیثیت خلیفۂ رابع کے؟

(۲) حضرت علیؑ کو خلیفۂ چہارم ہونے کی حیثیت سے امام تسلیم کرنے والا کس مذہب کا شخص ہوسکتا ہے؟

ان دونون سوالون کا جواب اتنا واضح ہے کہ جس کے لئے کسی توضیح کی ضرورت نہین ۔

تاریخی حیثیت سے یہ امر مسلم ہے کہ حضرت علیؑ کو ظاہری خلافت کے دور مین جو ہی درجہ پر تسلیم کیا گیا تھا اور آپ کے ساتھ والے لوگ خواہ وہ کوفہ کے ہون یا غیر کوفہ کے اکثر وبیشتر اسی حیثیت سے آپکی اطاعت کا فرض ادا کر رہے تھے اور یہ امر اصول مذاہب کے علم کا بدیہی مسئلہ ہے کہ حضرت امیرؑ کے متعلق جو تھے نمبر پر خلافت کا اقرار شیعی جماعت کا عقیدہ نہین ہے بلکہ سواد اعظم کا طرۂ امتیاز ہے۔

اسکے بعد حضرت علیؑ کو اپنے اصحاب سے جو شکایتین پیدا ہوئین اور جو افسوسناک صورتین پیش آئین اُنکی ذمہ داری شیعی جماعت پر عائد کرنا صریحی ناانصافی ہے ۔ درحقیقت اگر علیؑ یا امام حسنؑ کو شیعون کی جماعت ملتی یعنی وہ کہ جو علیؑ کو اُنکے حقیقی مرتبہ کے ساتھ پہچانے ہوئے تھے تو اونکی اطاعت وجان نثاری کی صورتین مختلف ہوتین ۔

اب ہمارے اس بیان کی روشنی مین اگر اُن فقرات کو ایک مرتبہ دوبارہ پڑھو کہ ولا یغرنک اھل الکوفۃ فانھم اصحاب ابیک "آپ اہل کوفہ سے دھوکہ نہ کھائین یہ وہی آپ کے والد کے اصحاب ہیں" وغیرہ وغیرہ تو تمھین نتیجہ بالکل برعکس نظر آئیگا اور معلوم ہوگا کہ کوفہ مین اکثریت اُس مذہب کے لوگون کی تھی جو حضرت کو چوتھے نمبر پر مان کر حضرت کے گرد آکر جمع ہوگئے تھے ۔

اب کہنے دو قاضی نور اللہ شوستری کو کہ "تشیع اہل کوفہ حاجت باقامت دلیل ندارد و سنی بودن کوفی الاصل خلاف اصل و محتاج بدلیل است" یہ انکا ذاتی خیال ہے جسکے وہ خود ذمہ دار ہیں۔

اور پھر وہ اہل کوفہ کے تشیع کو مطابق اصل قرار دیتے ہوئے اس کے خلاف پہلو کو محتاج دلیل تبلاتے ہیں اور ہم نے قاتلان حسینؑ کے مذہب پر کافی ادلہ قائم کرکے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انکو شیعہ مذہب سے کوئی تعلق نہ تھا اسکے بعد اصل کی آڑ پکڑنا بالکل بے اصل ہے۔

شیعیان کوفہ کی قتل حسینؑ سے بے تعلقی

کوفہ میں جماعت شیعہ کی تعداد اہل کوفہ کے خطوط اور رائے عام کی نوعیت حضرت مسلم کی شہادت اور انقلاب کوفہ کے علل و اسباب جماعت شیعہ کی بیگناہی اور اسپر تاریخی نصوص و شہادات

قتل امام حسینؑ کا الزام اس جماعت اہل کوفہ پر عائد کرنا جو امام حسینؑ کی حقیقۃً بلانیوالی تھی اور یہ کہنا کہ وہ شیعہ ہی تھے واقعیت سے کوسوں دور ہے اور اس خیال کی حقیقت کو واضح کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ صحیفۂ تاریخ کا چند ورق پیچھے سے الٹ کر مطالعہ کیا جائے۔

شیعہ کہ جنھیں مذہبی حیثیت سے حقیقی معنی میں شیعہ کہا جا سکتا ہے اُنکی تعداد ابتدا ہی سے بہت کم تھی لیکن دوستی اہلبیت کا دم بھرنے والے اور اولاد ابوسفیان کے مقابلہ میں حضرت علیؑ کو حقدار خلافت سمجھنے والے جنھیں اُس زمانہ مین شیعہ علی اور شیعہ اہلبیت کہا جاتا تھا اُنکی تعداد کافی تھی۔

گذرا ہے ایک وہ زمانہ کہ جب کوفہ شیعیان اہلبیت سے چھلک رہا تھا لیکن ادھر معاویہ کا ممالک اسلامیہ پر تسلط ہوا اور کوفہ پر اپنے نامعلوم باپ کا بیٹا زیاد حاکم مقرر ہوا اُدھر شیعیان کوفہ پر مظالم کے پہاڑ ٹوٹ پڑے اور عراق کی چوڑی چکلی زمین اُنپر تنگ ہوگئی، اُن کا ہر نفس آئندہ آنیوالے خطرات کی پیشین گوئی کرتا اور ہر دقیقہ و ثانیہ اپنے آخری ہونے کا پیغام سناتا تھا۔

ابوالحسن مدائنی نے کتاب الاحداث مین اس زمانہ کی مرقع کشی کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:۔

کان اشد الناس بلآء حینئذ اھل الکوفۃ لکثرۃ من بھا من شیعۃ علی فاستعمل علیھم زیاد بن سمیۃ وضم الیہ البصرۃ فکان یتتبع الشیعۃ وھو بھم عارف لانہ کان منھم ایام علی فقتلھم تحت کل حجر ومدر واخافھم وقطع الایدی والارجل وسمل العیون وصلبھم علی جذوع النخل وطردھم وشردھم عن العراق فلم یبق بھا معروف منھم۔

معاویہ کے دور حکومت مین تمام لوگون سے زیادہ مصیبت مین اہل کوفہ تھے اسلئے کہ وہان شیعیان علی کثیر تعداد مین موجود تھے وہان کا حاکم بھی زیاد بن سمیہ مقرر کیا گیا اور اُس نے شیعون کو پوری جستجو کے ساتھ گرفتار کیا اور وہ اُنکو پہچانتا بھی خوب تھا کیونکہ علی کے زمانہ مین وہ انھین لوگون کے ساتھ تھا، اُس نے اِن کو جہان پایا قتل کیا اور ہاتھ پاؤن قطع کئے اور آنکھون مین سلائیان پھروائین اور درختون پر سولیان دلوائین اور عراق سے جلاوطن کیا یہان تک کہ کوئی مشہور و معروف شخص اُنمین سے باقی نہین رہا (نصائح کافیہ صفحہ)

اس صورت حال کے بعد ناممکن تھا کہ کوفہ کے اندر شیعہ جماعت کے لئے کوئی نمایان حیثیت باقی رہتی بلکہ مارے جانے سولی پانے اور جلا وطن ہونے کے بعد جو بچے کھچے اشخاص موجود بھی تھے وہ گوشون کے اندر اور پردون کے نیچے زندگی بسر کرنے پر مجبور تھے اور شیعیت کا نام بھی زبان پر لانا اپنے استحقاق قتل کی دستاویز خیال کرتے تھے۔

مثل مشہور ہے کہ "ظالم کی رسی دراز ہوا کرتی ہے"۔ زمانہ کے ورق اُلٹتے رہے لیکن قدرت کو ایک طویل زمانہ تک ان بیکسون کا امتحان لینا منظور تھا صورت حال دو ایک ماہ دو ایک سال نہین بلکہ بیس سال تک قائم رہی جسمین بچے جوان اور جوان بوڑھے اور بوڑھے فنا ہو گئے۔ شیعیت ایک مخصوص با معرفت اور صاحب ایمان جماعت مین مخفی حیثیت سے پرورش پا رہی تھی اور وہ جماعت کوفہ کے اتنے بڑے

شہر مین گمنامی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔

رؤسائے عشائر اور شیوخ قبائل، ذمہ دار و باعتبار اشخاص سب حکومت وقت کے ساختہ و پرداختہ اور اُسکی خیر خواہی و وفاداری کی قسم کھائے ہوئے اور شاہی مذہب کے حلقہ بگوش و عقیدت کیش تھے۔

رہ گئی عام خلقت جس پر انقلابات کا دارومدار ہوتا ہے وہ بلا استثنار ہر ملک مین اور ہر جگہہ "ہر کسے سکہ زند خطبہ بنامش خوانند" کے مطابق ہوا کے رُخ پر اڑنے والی اور زمانہ کے غیر معمولی حوادث سے سرعت کے ساتھ رنگ بدلنے والی ہوا کرتی ہے۔

اُن مین ایک ایسا اچانک امر جس مین جوش انگیزی کی طاقت ہو وہ انقلاب پیدا کر سکتا ہے جو برسون کی دعوت و تبلیغ پیدا نہین کرتی۔

اسکے نمونہ حکومتون کے تغیر و تبدل اور سلاطین کے عزل و نصب کی صورت مین ہمیشہ نظر سے گذرتے رہتے ہین اور وہ اکثر و بیشتر اسی قسم کی ناگہانی صورتون کا نتیجہ ہوتے ہین۔

بیشک بیس سال تک صورتِ حال ایک طرح رہنے کا سبب یہی تھا کہ اس مدت مین کوئی تازہ حادثہ رونما نہین ہوا جو رجحانات طبعی سے ٹکرا کر اُن کو سیلاب کی طرح کسی خاص طرف متوجہ کر سکے۔

سنہ ۶۰ھ کے رجب کا مہینہ وہ تھا کہ جس مین امیر معاویہ نے انتقال کیا اور اُنکا

...AR JUNG ESTATE LIBRARY

نامزد کردہ خلیفہ وجانشین اُن کا بیٹا یزید ہوا، ایسے ہی مواقع وہ ہوتے ہین جو پرسکون فضا مین تموج اور مطمئن سطح مین تلاطم پیدا کر دیتے ہین۔ فطرۃً ہر شخص سابق فرمانروا کے بعد اپنے جدید والی سلطنت اور قسمت کے مالک کی سابقہ زندگی اور اُسکے اخلاق وعادات اور ذاتی خصوصیات کے متعلق معلومات حاصل کرنے مین لذت محسوس کرتا ہے اور بیک وقت مختلف حلقون اور جماعتون مین یہی چرچے شروع ہو جاتے ہین۔

یزید کے اخلاق وعادات، اُسکی مے نوشی اور شہوت رانی، اسکی طفلانہ جوانی اور لہو ولعب مین سرگرمی، احکام شرعیہ سے آزادی اور خواہشات نفس کی پرستاری ایسی نہتھی جو مخفی حیثیت رکھتی ہو۔

جاننے والون کو یاد آ گیا اور انجام کا نقشہ آنکھون مین پھرنے لگا اور نہ جاننے والون کو بوجھ کچھ مین معلوم ہوا کہ ہمارا ہونے والا خلیفہ ومالک سلطنت ان صفات وعادات کا شخص ہے۔

یقیناً اس کا نتیجہ تھا کہ ایک عام بےچینی واضطراب اور نفرت وبیزاری کا جذبہ سینون مین پیدا ہو جائے اور اسی کے ساتھ آنکھین گردش کرنے لگین کہ کون ہے جو اس آڑے وقت پر کام آئے اور اُن ذمہ داریون کو جو سلطنت وخلافت کے ساتھ تعلق رکھتی ہین اپنے کاندھے پر اٹھا کر امت اسلامیہ کو اس بدکردار خلیفہ کے ہاتھ سے چھٹکارا دے۔

اسی کے ساتھ یہ خبر بھی مشتہر ہوئین کہ حسین بن علیؑ نے یزید کی خلافت تسلیم کرنے سے انکار کر دیا ہے اور وہ اسی لئے مدینہ سے مہاجرت کر کے مکہ معظمہ کو گئے ہین اور یہ طے کر لیا ہے کہ جو کچھ بھی ہو یزید کی بیعت نہ کرین گے۔

اسوقت شیعون کی اُس جماعت کو جو بیس برس کی طویل مدت تک طرح طرح کے صبر آزما مظالم برداشت کرتے کرتے عاجز آ چکی تھی اور ہر وقت وہر آن حضرت احدیت کی جانب سے کشائش ونصرت کی منتظر تھی اپنی مایوسیون کی مدت سے چھائی ہوئی تاریک گھٹاؤن مین امید کی شعاعین نظر آنے لگین اور اُنکے ضمیر نے آواز دی کہ اس موقع سے بہتر کوئی موقع نہ ملیگا اور اسوقت کا سکوت اپنے ہاتھ سے اپنی خودکشی کا مرادف ہوگا۔

یہ سوچ کر سلیمان بن صرد صحابی رسولؐ کے گھر مین مجتمع ہوئے سن رسیدہ اور تجربہ کار سلیمان نے جو رسالتمآبؐ کی آنکھین دیکھے ہوئے اور امیرالمومنین علی بن ابیطالبؑ کے ساتھ لڑائیون مین شریک رہ چکے تھے مجمع کو ان الفاظ سے مخاطب کیا۔

ان معاویۃ ھلک وان حسینا قد تقبض علی القوم ببیعتہ وقد خرج الی مکۃ وانتم شیعتہ وشیعۃ ابیہ فان کنتم تعلمون انکم ناصروہ ومجاھدو عدوہ فاکتبوا الیہ وان خفتم الوھل والفشل فلا تغروا الرجل من نفسہ

"معاویہ کا انتقال ہوا اور حسین نے یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اور وہ مکہ معظمہ چلے گئے ہین آپ لوگ اُنکے اور اُنکے پدر بزرگوار کے شیعہ ہین، اگر آپ اسبات کا یقین

رکھتے ہون کہ اُنکی نصرت و مدد مین اور اُنکے دشمنون سے جنگ مین کوتاہی نہ ہوگی توبسم اللہ اُنکو خط لکھیئے اور اگر سُستی و کمزوری کا خوف ہو تو برائے خدا ایک شخص کو فریب دیکر اُسکی جان کو خطرہ مین نہ ڈالیئے ''

الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ سلیمان ایک مقرر کے فرض کو ادا کرتے ہوئے گرجتے برستے الفاظ سے وقتی جوش کو برانگیختہ اور الفاظ کی طاقت سے رگون مین خون دوڑا کر اپنے مقصد کو حاصل کرنا نہین چاہتے بلکہ وہ مجمع سے خود اُنکے موجودہ جوش و ولولہ کی آخری تھاہ اور موقع اقدام عمل پر اُسکی انتہائی کارفرمائی کا جائزہ لوانا چاہتے ہین اور اسی کے ساتھ اُن کو موقع کی نزاکت اور آئندہ کے خطرات کا اندازہ کرا دینا مقصود ہے۔ یہ امر فطری ہو کہ جذبات کی برانگیختگی کے موقع پر انسان کو اپنی طاقت کا اندازہ مشکل سے ہوتا ہے اور وہ عواقب کی فکر او سخت مواقع پر اپنے ثبات قدم و استقلال کی تشخیص مین غلطی کرتا جاتا ہے۔ مجمع کے اندر اُنکے بڑھتے ہوئے جوش مین سلیمان کے الفاظ نے وہ کام کیا جو پانی کا چھینٹا اُٹھتے ہوئے آگ کے شعلون مین۔ ایک مرتبہ سب بول اُٹھے کہ نہین نہین ہم یقیناً اُنکے دشمنون سے جنگ کرین گے اور اپنے تئین حضرت کے قدمون پر نثار کرینگے۔

یہ جمعیت کتنی تھی ہاس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ وہ کسی میدان یا عالیشان قصر امارت کے وسیع صحن کی رہین منت نہ تھی بلکہ وہ عربی ساخت کے مختصر مکانات مین سے جن کے نمونہ آجتک عربستان مین نظر آجاتے ہین ایک مکان یعنی سلیمان بن صرد کے

گھر مین مجتمع ہو گئی تھی۔

مذکورہ بالا سوال وجواب اور اُسکے الفاظ مین بیشک صداقت کا جوہر نظر آرہا ہے اور وہ بولنے والون کے باطنی ضمائر کی ترجمانی کر رہے ہین لیکن وہ آیندہ ہونیوالے ناگہانی انقلابات کا کہانتک مقابلہ کر سکتے ہین اس کا فیصلہ مستقبل ہی کے ہاتھ ہے۔

سلیمان بن صرد کی حجت تمام ہو چکی تھی، خط امام حسینؑ کے نام بدین عنوان لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لحسین بن علی من سلیمان بن صرد والمسیب بن نجبۃ ورفاعۃ بن شداد وحبیب بن مظاہر وشیعتہ من المؤمنین والمسلمین من اہل الکوفہ

اسکے بعد معاویہ کے انتقال پر اظہار مسرت کیا گیا تھا اور لکھا تھا کہ:۔

انہ لیس علینا امام فاقبل لعل اللہ ان یجمعنا بک علی الحق والنعمان بن بشیر فی قصر الامارۃ لسنا نجتمع معہ فی جمعۃ ولا نخرج معہ الی عید ولو قد بلغنا انک قد اقبلت الینا اخرجناہ حتی نلحقہ بالشام ان شاء اللہ والسلام ورحمۃ اللہ۔

ہمارے سر پر کوئی امام نہین ہے لہذا آپ تشریف لائیے، شاید آپکی وجہ سے ہم حق کی نصرت پر ہم آہنگ ہو سکین اور نعمان بن بشیر دار الامارہ مین موجود ہے ہم اُسکے ساتھ نماز جمعہ مین شریک نہین ہوتے اور نہ عیدگاہ جاتے ہین، اگر ہم کو خبر معلوم ہو جائیگی کہ آپ تشریف لا رہے ہین تو ہم اُسکو یہان سے نکالکر شام جانے پر مجبور کر دینگے۔ والسلام

اس خط کو عبد اللہ بن سبیع ہمدانی اور عبد اللہ بن وال کے ہاتھ روانہ کیا گیا اور یہ سب سے پہلا خط ہی جو امام کو مکہ معظمہ مین دسوین ۱۰ رمضان کو ملا۔

جمعیت منتشر ہوئی اور اب ہر ایک نے اپنے حلقۂ اثر مین اس تحریک کو پھیلانا شروع کیا اور دو ہی دن کے عرصہ مین ۵۳ عرضداشتین طیار ہو گئین جو ایک دو تین چار آدمیون کے دستخط سے تھین اور یہ سب خطوط قیس بن مسہر صیداوی اور عبدالرحمن بن عبد اللہ بن کدن ارحبی اور عمارۃ بن عابید سلولی کے ہاتھ روانہ کئے گئے اُس اضطراب اور روحانی تلاطم کے سبب سے جو یزید کی خلافت کے باعث عام طور پر پیدا تھا اور جس مین کسی مذہب و مسلک کا افتراق نہ تھا ان حضرات کی مذکورہ بالا تجویز کا ہر طرف سے خیر مقدم کیا گیا اور وہ لوگ جو شیعیت کا جذبہ نہ رکھتے تھے وہ بھی اس خیال سے نہ سہی کہ حسین تمام دنیا کو چھوڑ کر امامت کے مستحق ہین بلکہ اس خیال سے کہ یزید ایسے شرابخوار و فاسق سے حسینؑ بن علیؑ ایسی کامل و لائق ہستی یقیناً مسلمانون کے لئے بہتر ہے اس تحریک کے گرمجوشی کے ساتھ موید نظر آنے لگے جس کو دیکھکر اُن افراد کو جو حقیقۃً اس تجویز کے محرک تھے یہ یقین پیدا ہو گیا کہ رائے عام ہمارے ساتھ ہے اور اب کامیابی ہمارے قدم سے وابستہ لیکن درحقیقت یہ فریب نظر تھا، عام خلقت کو اس تحریک سے ہمدردی ویسی ہی تھی جیسے آندھی کے رخ پر اڑتے ہوے پرند۔

اس غلط اندیشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ یا تو پہلے خط مین لعل اللہ ان یجمعنا

کی لفظین بیم ورجا اور اجتماع و اتفاق کا خیال توقع کی صورت مین ظاہر کر رہی تھین اور یا اب آخری خط پر زور الفاظ مین لکھا جاتا ہے جو مضبوط یقین اور کامل اعتماد کا مظہر ہے -

لحسین بن علی من شیعتہ من المومنین و المسلمین اما بعد فحیّ ھلا فان الناس ینتظرونک ولا رأی لھم فی غیرک فالعجل العجل والسلام علیک -

تشریف لائیے جلدا سلئے کہ لوگ آپ کے منتظر ہین اور آپ کے سوا کسی کی امامت تسلیم کرنے کے لئے آمادہ نہین ہین لہذا جلدی کیجئے جلدی والسلام "

اس خط کو ہانی بن ہانی سبیعی اور سعید بن عبداللہ حنفی کے ذریعہ روانہ کیا گیا تھا "

ابتک جو کارروائیان ہو رہی ہین وہ اجتماعی کہی جاسکتی ہین اسلئے کہ اُن مین جماعت شیعہ اور اوسکے ذمہ دار نمایندے پیش پیش نظر آرہے ہین اور وہ کارروائیان اس خط پر ختم ہوگئین جو اپنے مضمون کے اعتبار سے بھی بالکل آخری کہا جاسکتا ہے لیکن اسکے بعد ایک خط کو ذسے جاتا ہوا نظر آتا ہے امام حسین ؑ کے نام جس کے الفاظ یہ ہین -

اما بعد فقد اخضر الجناب واینعت الاثمار وطمت الاجام فاذا شئت فاقدم علی جند لک مجند والسلام علیک -

"کھیتیاں لہلہا رہی ہین اور میوے درختون مین رسیدہ ہین اور تالاب لبریز ہین پس جب آپ چاہین تشریف لائین ایک ایسے لشکر کی جانب جو آپ کے لئے آراستہ موجود ہے والسّلام"

اس پر سات آدمیون کے دستخط ہین شیث بن ربعی حجار بن الجبر یزید بن حارث۔ یزید بن رویم۔ عزرۃ بن قیس۔ عمرو بن الحجاج زبیدی محمد بن عمیر تیمی (ان تمام واقعات کے لئے ملاحظہ ہو طبری ج ۶ صفحہ ۱۹۷)

ذرا پہلے خطوط اور اس خط مین عنوان کی حیثیت سے موازنہ کرو، اُن خطوط مین سے ہر خط مین برابر اپنے تشیع و ایمان کا حوالہ ہے' معاویہ و آل معاویہ کے غصب خلافت کا تذکرہ ہے حسینؑ بن علیؑ کے استحقاق امامت کا اعتراف ہی لیکن اس خط مین یہ کچھ بھی نہین۔

اسکے علاوہ یہ سات آدمی اگر اُسی جمعیت کے رکن تھے جو امام حسینؑ کو دعوت دینے کی بانی تھی تو اُن اجتماعی خطوط مین اِن کا کہین نام کیون نظر نہین آتا باوجودیکہ یہ لوگ کوئی گمنام اشخاص نہین بلکہ رؤسائے عشائر اور شیوخ قبائل کی حیثیت رکھتے ہین۔ نا ممکن تھا کہ سلیمان بن صرد اور مسیب بن نجبہ اور رفاعہ بن شداد اور حبیب بن مظاہر ایسے محراب عبادت مین زندگی گذارنے والے بے اسم و رسم اشخاص کا تو اُس مین نام ہو اور یہ لوگ نظرانداز کردیئے جائین۔ پھر جبکہ وہ کمیٹی ایک آخری کارروائی کرچکی تھی جس مین پر زور الفاظ مین تعجیل کی درخواست

تھی تو اب ان اشخاص کو اس انفرادی مکتوب لکھنے کی کیا ضرورت تھی؟

اور پھر میری قوت شامہ کو تو اس خط کے طرز تحریر اور اُسکے الفاظ سے بھی کوئی خلوص و محبت کی بو محسوس نہین ہوتی بلکہ برعکس اسکے مجھ کو اسکے اندر استہزاء و تمسخر کا جوہر کارفرما نظر آرہا ہے۔

آخر حسین کو لہلہاتی کھیتیوں سے کیا کام اور رسیدہ میووں سے کیا غرض اور لبریز نالابوں سے کیا مطلب ؟ پھر اس مین امام حسینؑ کی تشریف آوری کی خواہش کا بھی پتہ نہین ہے بلکہ آنے نہ آنے کو آپ کی مشیت پر محول کر کے ایک خبر رسانی کی سی صورت ہے کہ یہان یہ طیاریان ہوگئی ہین جب آپکا دل چاہے تشریف لائیے۔

ان وجوہ سے معلوم ہوجاتا ہے کہ ان اشخاص کو اُس جماعت سے کہ جو شیعہ کہی جاسکتی تھی کوئی تعلق نہ تھا بلکہ یا تو جب دیکھا کہ خطوط اس قدر جا چکے ہین کہ امام حسینؑ ضرور ہی انکے مطالبہ کو پورا کر کے تشریف آوری عراق کا ارادہ کرلین گے اور موجودہ صورت حال کی بنا ء پر اُنکو کامیابی بھی حاصل ہوگی" تو ہم بھی ہین پانچوین سوارون مین" کی مثل کے مطابق یہ چاہا کہ ہم بھی خطوط لکھنے والون مین شمار کر لئے جائین اس طرح حضرت کی حکومت ہونے پر جسکے توقعات قائم ہوچکے ہین ہم سے بدظنی نہ پیدا ہوگی اور یا اسکے اندر کوئی باطنی سازش مضمر تھی جس کی بناء پر متفقہ طور سے یہ خط لکھا گیا تھا۔

یہ یاد رکھنے کی بات ہے کہ اُن خطوط لکھنے والون مین سے جو جماعت شیعہ کے نام سے گئے ہین ایک شخص کی بھی موجودگی واقعۂ کربلا مین امام حسینؑ کے مقابلہ مین پائی نہین جاتی بلکہ اُنمین سے حبیب بن مظاہر نے کربلا مین امام حسینؑ کے قدمون پر جانبازی کے ساتھ دم توڑکر ہمیشہ کے لئے سرخروئی حاصل کی اور اُن اشخاص مین سے جو خطوط کے لیجانیوالے تھے سعید بن عبداللہ حنفی نے اس طرح جان نثار کی جس کی نظیر کسی شہید کے یہان نظر نہین آتی۔

ظہر کے بعد جب لڑائی نے زور پکڑا اور خونخوار دشمنون کا لشکر امام حسینؑ کے نزدیک پہونچ گیا اسوقت یہ جانباز امام کے سامنے کھڑا ہوگیا اور جو تیر حسینؑ کی طرف آتا تھا اُسکو اپنے سینہ پر روکتا تھا، آخر اتنے تیر پڑے کہ وہ جان نثار مردہ ہوکر زمین پر گر پڑا (طبری صـ۲۵۲)

اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن کدن ارحبی روز عاشورا امام حسینؑ سے اجازت لیکر میدان قتال مین آئے اور یہ رجز پڑھا۔

صبرا علی الاسیاف والاسنۃ صبرا علیھا الدخول الجنۃ

پھر جنگ کی یہان تک کہ شہید ہوئے (ابصار العین صـ۸۰)

اور قیس بن مسہر صیداوی نے اپنی زندگی کے آخری نفس تک جس صداقت واستقلال کے ساتھ اپنے فرض کو ادا کیا اُس کا تذکرہ صفحۂ تاریخ پر زرین حرفون مین ہمیشہ ثبت رہیگا۔

اُسوقت کہ جب امام حسینؑ نے بطن الرّمہ سے اہل کوفہ کے نام خط دیکر اُنکو
روانہ کیا اور حصین بن تمیم کے ہاتھوں جو قادسیہ مین ناکہ بندی پر مقرر تھا یہ
گرفتار ہوکر ابن زیاد کے پاس لائے گئے اور اُس نے حکم دیا کہ قصر دارالامارہ پر
جاکر حسین بن علی کے بارے مین کلمات نازیبا استعمال کرین، یہ موقع تھا جسکو
قیس نے بہترین موقع تبلیغ کا سمجھا اور بالائے قصر جاکر بلند آواز سے کہا
ایھا الناس ان ھذا الحسین بن علی خیر خلق اللہ ابن فاطمۃ
بنت رسول اللہ وانا رسولھم الیکم وقد فارقتہ بالحاجر
فاجیبوہ۔
"سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ حسین فرزند علی وفاطمہ اسوقت خلق خدا مین
سب سے افضل و بہتر ہین اور وہ مقام حاجر تک پہونچ چکے ہین، مین اُنھی کا بھیجا
ہوا ہون اب تم سب اُنکی آواز پر لبیک کہو"
یہ لفظین ختم ہوئی ہی تھین کہ ابن زیاد کے حکم سے آنکو قصر دارالامارہ کی
بالائی سطح سے نیچے گرا دیا گیا اور اُس شہید راہ خدا کی ہڈیان سرمہ سا ہوگئین (طبری صفحہ ۲۲۴)
اِن خطوط کے لکھنے والے شیعہ تھے اور اُنکی برائت قتل حضرت سیدالشہدا سے
یقینی طور پر ثابت ہے۔
برخلاف اس کے آخری خط جس پر سات آدمیون کے دستخط تھے
ان مین سے پانچ شخص شبث بن ربعی اور حجار بن ابجر اور عزرۃ بن قیس

اور عمرو بن حجاج زبیدی اور زید بن حارث مسلماً واقعہ کربلا مین موجود اور قتل امام حسینؑ مین شریک تھے اور بقیہ دو کے نام اگرچہ کسی موقع پر نظر نہین آتے لیکن قرائن کی رو سے قرین قیاس ہے کہ اُنھون نے بھی اپنے ساتھیون کا ساتھ دیا تھا۔

یہ وہی اشخاص ہین جن کے متعلق کافی وضاحت کے ساتھ ثابت کر دیا گیا ہے کہ نہ اُنھون نے اپنے تئین شیعہ لکھا تھا اور نہ واقعات کی بنا پر اُنکا جماعت شیعہ سے کوئی تعلق معلوم ہوتا ہے۔

امام حسینؑ نے اہل کوفہ کے متواتر خطوط کو دیکھکر احتیاطی تدبیر یہ کی کہ مسلم بن عقیل کو اپنا نمایندہ بنا کر ایک تحریر کے ساتھ روانہ کیا جسمین لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

من حسین بن علی الی الملأ من المؤمنین والمسلمین اما بعد فان هانئا وسعید اقدما علی بکتبکم وکانا آخر من قدم علی من رسلکم وقد فهمت کل الذی قصصتم وذکرتم ومقالة جلکم انه لیس علینا امام فاقبل لعل الله ان یجمعنا بک علی الهدی والحق وقد بعثت الیکم اخی وابن عمی وثقتی من اهل بیتی

وامرتہ ان یکتب الی بحالکم وامرکم ورأیکم فان کتب الی انہ قد اجمع رأی ملأکم وذوی الفضل والحجی منکم علی مثل ماقدمت علی بہ رسلکم وقرأت فی کتبکم اقدم علیکم وشیکا ان شاء اللہ فلعمری ماالامام الا العامل بالکتاب والاخذ بالقسط والدائن بالحق والحابس نفسہ علی ذات اللہ والسلام۔

ہانی اور سعید تمھارے خطوط کو لیکر پہونچے، اور یہ دونو شخص تمھارے سب سے آخری قاصد ہین جو میرے پاس آئے ہین، مین نے جو کچھ تم لوگون نے لکھا تھا اُسکو غور سے پڑھا اور سمجھا، تم مین سے اکثر کا قول یہ ہے کہ ہمارے سر پر کوئی امام نہین آپ آئیے شاید خدا ہم کو آپکی بدولت حق پر مجتمع کردے، اچھا تو اب مین تمھاری جانب اپنے بھائی اور چچا کے بیٹے اور اپنے محل اعتماد عزیز قریب کو روانہ کرتا ہون اور اُنھین حکم دیدیا ہے کہ وہ مجھکو تمھارے حالات وخیالات سے مطلع کرین، اگر اُنھون نے لکھا کہ تمھاری جماعت اور اہل حل وعقد افراد نے اتفاق کرلیا ہے اس امر پر کہ جسکو تم نے اپنے خطوط مین ظاہر کیا ہی تو مین عنقریب تمھاری طرف آتا ہون، اور امام کے کوئی معنی نہین سوائے اس شخص کے جو کتاب الٰہی پر عامل اور عدالت کا پابند اور حق کا تبع اور اپنی ذات کو خدا کی مرضی پر وقف کیے ہوئے ہو والسلام" (طبری صفحہ ۱۶ حصہ ۱۹۰)

آخری لفظوں میں درحقیقت خط لکھنے والوں کے عقیدۂ تشیع کی لطیف عنوان سے اصلاح ہے، اُنکا تشیع حقیقۃً صرف محبت اہلبیت اور اُنکے مقابلہ میں دوسروں کو ناقابل حکومت وخلافت سمجھنے تک محدود تھا لیکن معارف صحیحہ اور عقائد حقہ جو فرقۂ شیعہ میں بحکم عقل وتعلیم اہلبیت علیہم السلام مسلم حیثیت رکھتے ہیں وہ اُنکی نگاہوں سے اوجھل تھے۔

اُن کے خطوط کے اندر یہ جملہ پیش پیش نظر آتا ہے کہ لیس علینا امام "ہمارے سروں پر کوئی امام موجود نہیں" حالانکہ اگر صحیح معرفت امام اُن کے دلوں میں موجود ہوتی تو وہ سمجھتے کہ امام کی امامت کسی فوج ولشکر اور تاج وتخت کی محتاج نہیں اور وہ اب نہیں بلکہ دس برس پیشتر سے حسینؑ بن علیؑ کے لئے محفوظ ہے، وہ اسکی محتاج نہیں ہے کہ حسینؑ اُنکی جماعت میں آکر اُن کی نصرت حاصل کریں اور اُنکے اتفاق واتحاد سے فائدہ اُٹھائیں تب امامت کا انعقاد ہو۔

امامؑ نے اپنے اس جملہ میں کہ ما الامام الا العامل بالکتاب الخ اُنکو حقیقت امر پر مطلع فرمایا ہے "کتاب الٰہی پر عامل اور عدالت کا پابند اور اپنی ذات کو ہر حرکت وسکون میں لازمی طور سے خدا کی مرضی پر وقف کئے ہوئے" اسی تفصیل کا اجمال اور اصطلاحی مفاد "معصوم" ہے اور مطلب یہ ہوا کہ امام کے لئے کسی قہر وغلبہ کی حاجت نہیں ہے بلکہ جو بھی معصوم ہو وہ بہرحال

امام ہے۔

یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ اس خط کی عبارت سے یہ امر ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم بن عقیل جنگ پر مامور نہ تھے اور نہ کوفہ کی تسخیر کے لئے بھیجے گئے تھے بلکہ وہ صرف ایک نمایندہ کی حیثیت رکھتے تھے جو کوفہ کی رائے عام اور وہان والون کے حالات وخیالات کا حضرت سید الشہدا کے متعلق اندازہ کر کے حضرت کو اُس سے مطلع کرین۔

حضرت مسلم کے ورود کوفہ کے موقع پر طبری اور دوسری مستند تاریخون نے جو حالات قلمبند کئے ہین اُنکی بنا پر سلیمان بن صرد خزاعی کی موجودگی کوفہ مین پائی نہین جاتی ورنہ مسلم کو مختار بن ابو عبیدہ ثقفی کے گھر مین اُترنے کی ضرورت نہ تھی۔[۹۱]

جبکہ سلیمان بن صرد اس تحریک کے روح روان اور قائد اعظم تھے اور کوفہ کی جماعت شیعہ مین سب سے زیادہ موجہ اور با اقتدار تھے جسکی تصدیق اُن الفاظ سے ہوتی ہے جو رفاعہ بن شداد نے اُس موقع پر کہے ہین کہ جب یہ لوگ بعد قتل امام حسینؑ انتقامی تدابیر پر غور کرنے کے لئے

---

[۹۱] مجھ کو معلوم ہے کہ بعض کتب مقاتل مین مسلم کا ابتدائی قیام سلیمان بن صرد کے مکان پر بتلایا گیا ہے لیکن مستند تاریخی شہادتین اس کے خلاف ہین ۱۲

جمع ہوئے ہین اور مسیب بن نجبہ نے صورت حال کو پیش کرتے ہوئے کسی رئیس کے انتخاب کی تحریک کی ہے۔ اُسوقت رفاعہ نے کہا۔

ان سلایت ورأی اصحابنا ذلك ولینا ھذا الامر شیخ الشیعة صاحب رسول اللّٰہ صلے اللہ علیہ والہ و ذا السابقة والقدم سلیمان بن صرد المحمود فی باسہ و دینہ والموثوق بحزمہ۔

"اگر سب کی رائے ہو تو ہم اس مہم کی قیادت وسرکردگی سلیمان بن صرد کے سپرد کرین جو شیخ الشیعہ اور رسالتمآبؐ کے صحابی اور ہم سب پر مقدم اور کارہائے نمایان کیے ہوئے شخص ہین، جنکی شجاعت و دیانت دونون قابل تعریف وثنا اور موقع بینی و آزمودہ کاری محل اطمینان ہے

(طبری جلد، صفحہ ۴۹)

اُنکی موجودگی مین مسلم بن عقیل کو اُنھی کے یہان قیام کرنا ناگزیر تھا اور پھر مسلم کے دوران قیام مین اُسوقت کہ جب حالات سازگار تھے اور لوگ بیعت کے لیے ٹوٹے پڑرہے تھے وہان بھی سلیمان کا کہین پر تذکرہ نظر نہین آتا اور حضرت مسلم کی دعوت پر پہلا جو اجتماع ہوا اُس کے مقررین کی فہرست مین بھی سلیمان کا نام نہیں ہے حالانکہ عرب کی سابقہ حال تہذیب کے مطابق اگر سلیمان بن صرد موقع پر موجود ہوتے تو سوائے اُنکے

کسی کو سب سے پہلے زبان کھولنے کا اور کسی تقریر کرنے کا حق نہ تھا۔

اور اگر سلیمان باوجود وہاں ہونے کے کسی وجہ سے مسلم کی نصرت سے پہلوتہی کرتے تو سلیمان کی نمایاں شخصیت کو دیکھتے ہوئے تاریخ مین یہ واقعہ اہمیت کے ساتھ مندرج نظر آتا کہ سلیمان ایسے شخص نے مسلم سے بوقت ورود ہی علیحدگی اختیار کی اور اس کا نتیجہ سب سے بڑا جو ہوتا وہ یہ کہ مسلم کو اس تلخ تجربہ کے بعد اہل کوفہ کی وفاداری اور ثبات قدم واستقامت کے متعلق وہ خوش گوار توقعات قائم نہ ہوتیں جنکے باعث وہ امام حسینؑ کو لکھتے کہ آپ ضرور یہان تشریف لائیے۔

حضرت مسلم نے مختار بن ابو عبیدہ کے مکان پر قیام کیا اور جن جن اشخاص کو اطلاع ہوتی گئی وہ مسلم کے پاس شرف زیارت حاصل کرنے کے لئے آتے گئے۔ جب کافی مجمع ہو گیا تو مسلم نے امام کا خط جو جماعت شیعہ کے نام تھا پڑھ کر سنایا جس سے مجمع مین کافی جوش کے آثار ظاہر ہوئے اور عابس بن ابی شبیب شاکری نے کھڑے ہو کر حمد وثنائے الٰہی کے بعد اپنے ذاتی خیال کو ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

انی لا اخبرک عن الناس ولا اعلم ما فی انفسہم وما اغرّک منہم واللہ احدّثک عمّا انا موطن نفسی علیہ واللہ لاجیبنکم اذا دعوتم ولاقاتلن معکم عدوکم ولاضربن بسیفی

دونکم حتی القی اللہ لا ارید بذلک الا ما عند اللہ۔

"مجھ کو عام لوگون کے متعلق کسی اظہار خیال کا حق نہین اور نہ مجھے معلوم ہے کہ اُنکے دلون مین کیا ہے اور نہ مین اُنکی طرف سے وکالت کرکے آپکو فریب مین ڈالنا چاہتا ہون لیکن مین وہ ظاہر کرتا ہون جس کو مین نے اپنے دل مین ٹھان لیا ہے. خدا کی قسم مین جسوقت بھی آپ دعوت دینگے لبیک کہتا ہوا حاضر ہونگا اور آپ کے ہمراہ دشمنون سے جنگ کرونگا اور آپ کے سامنے شمشیر زنی کرونگا یہان تک کہ اس زندگی کو ختم کرکے اپنے خدا سے ملاقات کرون اور میرا مقصد اس سے سوائے جزائے اخروی کے کچھ نہوگا"

یہ تقریر ختم ہوا تھی کہ حبیب بن مظاہر کھڑے ہو گئے "مرحبا جزاک اللہ کتنے مختصر لفظون مین تم نے اپنے ذاتی خیالات کو واضح کر دیا"

پھر حضرت مسلم کی طرف خطاب کرکے "خدا کی قسم میرا بھی ذاتی خیال وہی ہے جو عابس بن ابی شبیب نے اپنی لفظون مین ادا کیا"

ایسی ہی لفظون مین سعید بن عبداللہ حنفی نے تائید کی اور مجمع متفرق ہوا۔

خط کے مضمون کی بناء پر اس کارروائی کا مقصد واضح ہے یعنی یہ عہد و پیمان اس امر کے متعلق نہ تھا کہ مسلم کوئی جارحانہ اقدام کرنا چاہتے ہین اور اس مین یہ لوگ مسلم کی معاونت کرینگے اور نہ اسوقت یہ وہم و خیال

کسی دل و دماغ مین گردش کر رہا تھا کہ چند ہی روز مین تن تنہا مسلم کے مقابلہ مین فوج کشی ہو گی اور اس لئے اس تمام جماعت کو طیار رہنا چاہیئے بلکہ یہہ عہد و پیمان صرف امام حسینؑ کی تشریف آوری کی پیش نہاد اور اوس موقع کے لئے ان لوگون کے عزائم و نیات کے اندازہ کے لئے تھا۔

مسلم بن عقیل کے ورود کی خبر کوفہ مین عام طور پر مشہور ہو گئی اور اُس فضا کے لحاظ سے جو اس تحریک یعنی امام حسینؑ کو دعوت کے متعلق ابتداہی سے کوفہ مین پیدا ہو گئی تھی اور جس کے اسباب وضاحت کیساتھ درج کیئے جا چکے ہین ہر شخص نے اس خبر کا مسرت کے ساتھ استقبال کیا بقول شخصے خلقت بھیڑ یا دھسان ہوتی ہے، جدہر ایک چلا اُدھر سب۔ یزید کی خلافت سے بسبب اُسکی سیاہ کاریون کے بیزاری ایک طرف، حسینؑ بن علیؑ کی ہر دلعزیزی نہ مذہبی نقطۂ نظر سے بلکہ اپنے اخلاق و کمالات کے لحاظ سے دوسری جانب، وہ لوگ کہ جو مسلم بن عقیل کی تحریک کے مبلغ و داعی تھے اُنکی ذاتی وجاہت و تعلقات تیسری جانب اور "کل جدید لذیذ" کے طبیعی قانون کے مطابق ہر تازہ تحریک مین جو لذت یا جذب ہوتا ہے وہ چوتھی جانب، ان تمام باتون کا کُلّہ یہ نتیجہ تھا کہ حضرت مسلم کے ہاتھ پر ایک ہفتہ کے اندر اٹھارہ ہزار کوفیون نے بیعت کی۔

لیکن کیا یہ سب شیعہ تھے ؟ کیا کوفہ مین زیاد و آل زیاد کی بیس سال

حکومت کے بعد جس مین کھنچی ہوئی تلوارین اور جلادون کے ہاتھ برابر
اپنی سفاکی مین مشغول رہے اور دست و پا سر و زبان کے قطع و برید کا سلسلہ
برابر جاری رہا کوفہ مین بیس ہزار کی اتنی تعداد مین شیعہ موجود ہوسکتے تھے؟
اور جب یہ نہین تو کیا مذکورۂ بالا قطعی عارضی اسباب سے جو رائے عام
ہموار ہوئی ہو اُس مین کوئی وزن یا ثبات و استقرار ہوسکتا ہے؟
بیشک جب اس تحریک کے ابتدائی محرک اشخاص کو رائے عام کی
نوعیت سمجھنے مین غلطی ہوئی حالانکہ وہ یہین کے رہے سہے پرورده اور
تجربہ یافتہ تھے تو مسلم بن عقیل کو کہ جنھین اس شہر کے حالات کا تجربہ
بھی حاصل نہ تھا صورت حال کی تشخیص مین دہوکا ہونا قابل تعجب نہین ہے؛
مسلم کی تحریک کو چلانے والے۔ اُنکی صدا پر سب سے پہلے لبیک کہنے
والے اور سب سے پہلے اجتماع مین جانبازی کا اقرار کرنے والے اور
رائے عام کو ہموار کرکے مسلم کی نصرت و بیعت پر آمادہ کرنیوالے بیشک
سب شیعہ تھے اور اُنکا کام یہی تھا کہ وہ رائے عام کو مسلم بن عقیل کے موافق
بنادین جس مین اُنکو خاطر خواہ کامیابی ہوئی لیکن آیندہ کے انقلابات کوئی
دوسری صورت پیدا نہ کرینگے اسکی ذمہ داری اُنپر عائد نہین ہوسکتی بیشک اُنھون
نے اپنے اقرار وفا اور عہد جانبازی پر بہترین طریقہ سے عمل کیا اور جو کہا تھا
اُسے کر دکھایا جسکے مشاہدہ کے لئے مستقبل کا انتظار کرنا چاہیئے۔

مسلم بن عقیل کو حالات امید افزا نظر آ رہے ہیں، امام حسینؑ کو خط بھی لکھدیا ہو کہ کوفہ آپ کے ساتھ ہے تشریف لائیے۔ مقامی حکومت کے طرز عمل کو دیکھتے ہوئے اُنکو اپنی نسبت بھی کوئی خطرہ محسوس نہین ہو رہا ہے جسکی بنا پر وہ اپنی حفاظت کے لئے احتیاطی تدابیر عمل مین لائین۔

کوفہ مین یہ خبر گرم ہے کہ اب بہت جلد ہی حسین بن علیؑ تشریف لانیوالے ہین اور اس وجہ سے ہر طرف ایک خاص چہل پہل نظر آتی ہے اور حلقہ حلقہ جماعت جماعت لوگ بیٹھکر اس مسئلہ پر اظہار خیالات کرتے ہین اور بیچینی کے ساتھ دیدہ براہ ہین لیکن یہ کسی کو نہین معلوم کہ کوفہ کے اندر ایک جماعت موجود ہے جو اِن تمام منصوبون کو خاک مین ملا دینے پر آمادہ ہے اور وہ اموی حکومت کے خیرخواہ دوست اور وہ لوگ ہین کہ جنھین حسینؑ بن علیؑ کی سلطنت کے بعد اموال خلق پر بیجا تصرفات کا حق باقی نہ رہیگا، اُنہی کی جانب سے مخفی کارروائی یہ ہوئی کہ یزید سے حاکم حال کو معزول کرکے ایک مدبر اور سفاک حاکم کا مطالبہ کیا اور وہان قرعۂ فال عبید اللہ بن زیاد کے نام پر نکلا، عبید اللہ کوئی اور نہین وہ زیاد کا بیٹا اور معاویہ کا ایک معنی سے بھتیجا ہے اور یہ خاندان وہ ہے جس پر مکاری و غداری کا خاتمہ تھا۔

چنانچہ سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ابن زیاد نے اپنی نقل و حرکت

کو بالکل صیغۂ راز مین رکھا تاکہ اُس کا ورود کوفہ مین اچانک حیثیت سے ہو اور پھر راستہ مین جبکہ کوفہ نزدیک رہ گیا اُس نے اپنی وضع مین تغیر پیدا کرکے ایک سیاہ عمامہ سر پر باندھا اور چہرہ پر اُسی طریقہ سے جو عرب قوم کے بہادرون مین سخت موقعون پر مرسوم ہے ایک ڈھانٹا باندھ لیا جسکی بنا پر شناخت ناممکن ہوگئی۔

ایک مرتبہ شہر پناہ کوفہ کے اندر یہ نقشہ نظر آیا کہ آگے آگے عربی گھوڑے پر ایک رئیس قوم پورے وقار و تمکنت کے ساتھ سیاہ عمامہ سر پر باندھے جو اشراف عرب کا امتیازی نشان تھا اور اُس کے پیچھے ایک شاندار قافلہ زین و لجام ساز و سامان سے آراستہ اس حشم و خدم کو دیکھکر اُن توقعات کی بنا پر جو قائم تھین وہی ہونا چاہئے تھا جو ہوا یعنی ہر شخص یہی سمجھا کہ حسینؑ بن علیؑ تشریف لائے ہین اور اُس قائم شدہ اثر کی بنا پر جو دلون مین تھا جس جماعت کی طرف سے عبید اللہ کا گذر ہوتا تھا وہ بنظر تعظیم کھڑے ہوکر آداب بجا لاتی تھی اور "خوش آمدید" کے معنون مین یہ الفاظ زبان پر جاری ہوتے تھے کہ مرحبا بک یا ابن رسول اللہ قدمت خیر مقدم۔

ابن زیاد کسی کو کچھ جواب نہ دیتا تھا بلکہ آوازون کو سنتا، چہرون کو بغور دیکھتا، شکل و شمائل کو پہچانتا چلا جا رہا تھا یہان تک کہ مجمع زیادہ ہوگیا اور

لوگ اشتیاق مین گھرون سے نکل آئے اور ہر شخص بخیال خود فرزند رسول کی زیارت کے تمنا مین آگے بڑھنے لگا اور نوبت یہ پہونچی کہ راہ چلنے مین رکاوٹ پیدا ہوئی اُسوقت مسلم بن عمرو باہلی نے جو ابن زیاد کے ساتھ تھا پکار کر کہا:"

"تاخروا ھذا الامیر عبید اللہ بن زیاد" راستہ چھوڑو، یہ حسینؑ نہین امیر عبید اللہ بن زیاد ہین۔"

نہ معلوم ان الفاظ مین کونسا اثر تھا کہ بڑھتے ہوئے قدم اور اُٹھتے ہوئے ہاتھ اور مسرت آمیز ترانے سب موقوف ہوگئے اور سناٹا سا چھا گیا۔ مجمع بھی تتر بتر ہوا اور جسوقت ابن زیاد دار الامارہ مین پہونچا ہے۔ تو دس آدمیون سے زیادہ اُسکے ساتھ نہ تھے (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۰ و ۲۰۱)

اب ذرا فطری رجحانات پر غور کرتے ہوئے اہل کوفہ کے موجودہ باطنی اضطرابات کا اندازہ کرو، ایک تو اچانک حادثہ جو غیر متوقع صورت سے ظہور پذیر ہو وہ خود سنسنی پیدا کر دیا کرتا ہے، اُس پر یہ صورت حال کہ اُنھون نے اپنے ہاتھون اپنے خلاف جاسوسی کے فرض کو ادا کیا یعنی اپنے باطنی خیالات وجذبات اور حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ خلوص وعقیدت کو خود ابن زیاد کے سامنے بوقت ورود پیش کر دیا، اور ابن زیاد نے صاف ایک ایک کے چہرہ اور آواز کو پہچان رکھا ہے اور پھر ابن زیاد وہ ہے کہ جسکی اور جس کے باپ کی تلوار کے نیچے بیس برس تک اس تمام خلقت کی گردنین

اِس طرح ختم رہی ہین کہ جس کو چاہا گرفتار کیا سولی پر لٹکا دیا یا جلاد کے ہاتھ سے اُسکی رگ گردن کو قطع کرا دیا اور ایسے ہیبت ناک مناظر انھی ہاتھون سے آنکھون کے سامنے آچکے ہین جنکو سوچ کر اب تک رونگٹے کھڑے ہوجاتے اور دل ہلجاتے ہونگے اور اب وہی صورتین اپنے اور اپنے اولاد اور اعزا و اقارب کے لئے پیش نظر ہین، کیا یہ وجوہ ایسے نہ تھے جن کی بنا پر دل و دماغ معطل قوائے عمل سلب اور طاقتین مضمحل اور ہمتین پست ہوجاتین اور دلون پر عظیم خوف و ہراس کا غلبہ ہوجاتا

عربستان مین ابتک یہ طریقہ موجود ہی اور مجھکو نہین معلوم دوسرے ممالک مین بھی اُسکی نظیر پائی جاتی ہی یا نہین کہ بڑے شہرون مین ہر محلہ کا ایک مختار محلہ ہوتا ہی جو اُس محلہ کی مردم شماری، وارد و صادر، زائیدہ و مردہ شادی شدہ و غیر شادی شدہ وغیرہ امور کے تشریحات کا مقامی حکومت کی طرف سے ذمہ دار رہتا ہی اور اگر کوئی شخص اُس محلہ سے کسی جرم کا مرتکب ہو یا کہین مفرور رہو اُسکی جواب دہی سراغرسانی کی ضمانت بھی اُسی سے تعلق رکھتی ہے۔

ابن زیاد نے جامع مین ایک تہدیدی تقریر کے بعد سب سے پہلا جو کام کیا وہ یہ کہ تمام محلات کوفہ کے ذمہ دار اشخاص کو جن سے عرافت یعنی مختاری محلہ کا منصب تعلق رکھتا تھا بلا کر یہ فرمان جاری کیا کہ جلد سے جلد ہر محلہ کی مردم شماری اور جو لوگ نووارد ہین اُنکی فہرست اور جن لوگون سے

حکومت شام کو خطرہ ہے اُنکے نام ادارۂ حکومت محلیہ مین پیش کر دئیے جائین اور اگر وہ کسی وجہ سے اُن نامون کے تفصیل وار لکھنے سے معذور ہون تو ضمانت داخل کرین کہ اُنکے محلہ مین سے کوئی متنفس بھی حاکم شام کی مخالفت پر آمادہ نہو گا اور اسکے خلاف ظاہر ہوا تو اُس مختار محلہ کو خود اُس کے گھر کے دروازہ پر سولی دی جائے گی اور اُسکے خاندان سے ہمیشہ کے لئے اس منصب کو علیحدہ کر لیا جائیگا۔ (طبری صفحہ ۲۰۱)

یہ مضبوط تدبیر ایسی نہ تھی جس کی کامیابی مشتبہ ہو، کوفہ کا چپہ چپہ جواسیس و مخبرین کی کثرت سے غیر محفوظ نظر آنے لگا اور مارشل لا کے ایسے سخت قانون مین وہ تنبیہی طاقت نہین جو اس صورت سے پیدا ہوئی اسلئے کہ اب ہر شخص خاص اپنے محلہ مین ایک گھر سے دوسرے گھر جاتے ڈرتا جھجکتا اور اپنی جان کے خطرہ کا احساس کرتا تھا اور اس طرح دس آدمیون پانچ آدمیون کا بھی ایک جگہ جمع ہو کر کسی امر پر گفتگو کرنا اور کوئی قرارداد طے کرنا ناممکن ہو گیا۔

اس صورتِ حال کے بعد کوفہ کی رائے عام کا منقلب ہو جانا کوئی عجیب امر نہ تھا جبکہ اس اٹھارہ ہزار کی جمعیت مین جنھون نے بیعت کی تھی سب کے اندر کوئی مذہبی روح بھی کارفرما نہ تھی جو اُنکو سخت موقع کے لئے اپنی جان کو خطرات مین ڈالنے پر استقلال سے آمادہ رکھتی بلکہ اُس جم غفیر کے

اتفاق و اجماع کی نوعیت وہی تھی جس کے اسباب کو کچھ ہی پہلے ہدیۂ ناظرین کیا جا چکا ہے۔

یہ پہلا وقت تھا کہ مسلم بن عقیل کو اپنی جان کے خطرہ کا اندازہ اور مقصد کی پامالی کا احساس ہوا، اب اُنکا صرف ایک فرض رہ گیا تھا کہ وہ حفاظت خود اختیاری کے اصول پر جہاں تک مقدور ہو اپنے تحفظ کے لئے احتیاطی تدابیر عمل مین لائین، اسکے لئے اُنھین مختار بن ابوعبیدہ کا مکان جس مین وہ اب تک مقیم تھے غیر محفوظ نظر آیا اس لئے کہ اُنکا قیام وہان مشتہر ہو چکا تھا اور پھر اگر کوئی وقت آئے تو وہان اُن کی حمایت کرنے والا بھی کوئی نہ ہوتا، مختار بن ابوعبیدہ شریف قوم سہی لیکن صرف ایک زمیندار کی حیثیت رکھتے تھے کسی بڑے قبیلہ کے سردار نہ تھے اور پھر وہ خود آنے والے واقعات سے بیخبری کی حالت مین چند روز سے اپنے موضع پر گئے ہوئے تھے۔ (طبری جلد، ص ۵۵)

لہذا مسلم نے اپنے لئے اس سے بہتر کوئی صورت نہ دیکھی کہ وہ غیر معلوم طریقہ پر ہانی بن عروہ کے گھر مین منتقل ہو جائین اور ہانی کی تائید حاصل کر لینا مسلم کے لئے کوئی معمولی امر نہ تھا اس لئے کہ یہ قبیلہ مراد و مذحج کے سردار تھے اور جب نکلتے تھے تو بارہ ہزار آہن پوش سوار ہمراہ رکاب چلتے نظر آتے تھے۔

مسلم نے ہانی کے گھر مین پناہ لے کر ظاہری اسباب کی بنا ر پر انپی تیئن بارہ ہزار شمشیر زن بہادرون کی آغوش مین ڈالدیا ہے کہ جو اُن کے حفظ جان و آبرو کی بہترین ضمانت ہوسکتی ہے۔

ہانی نے مسلم کو مخفی طور پر اپنے یہان رکھا اور سوائے مخصوص افراد کے جو محل اعتماد تھے کسی کو اس راز کی اطلاع نہ تھی۔ افراد شیعہ کو جو اس تحریک کے بانی تھے اپنی ناکامیابی کا بھیانک منظر سامنے نظر آگیا تھا لیکن وہ مستقل مزاجی کے ساتھ ایسے تدابیر مین مصروف تھے جن سے صورت حال کی اصلاح ہوسکے چنانچہ مسلم بن عوسجہ اسدی حضرت مسلم کے معتمد خاص اور وکیل عام تھے کہ وہ آپ کی جانب سے مخفی طور پر لوگون کی ہمدردی حاصل کرین اور ان سے امام حسینؑ کی بیعت لین اور ابو ثمامہ صائدی امانت دار یا خزانچی کی حیثیت رکھتے تھے کہ جو کچھ اموال جمع ہون ان کو اپنی تحویل مین رکھ کر اپنی صوابدید سے سلاح جنگ وغیرہ خرید کرین۔

معقل نے جو ابن زیاد کا غلام تھا ایک شیطانی مکر و تزویر کے ساتھ اظہار تشیع کر کے مسلم بن عوسجہ سے حضرت مسلم کے جائے قیام کا پتہ لگایا اور ابن زیاد کے پاس سراغ رسانی کی جس بنا ر پر ابن زیاد نے ہانی بن عروہ کے پاس ملاقات کا پیغام بھیجا۔

ہانی کو اُن تحفظات پر جو اُنھون نے مسلم بن عقیل کے اخفا مین کرلی تھین کامل اعتماد تھا اور اسی غرور کا نتیجہ تھا کہ ابن زیاد کے دعوتی پیغام پر اُن کے دل مین کسی قسم کا خطرہ نہ گذرا اور نہ اُنھون نے اس موقع پر اپنے بارہ ہزار جوانون مین سے کسی ایک کو بھی واقعہ سے اطلاع دینے کی ضرورت محسوس کی بلکہ خود تن تنہا ابن زیاد کے پاس چلے گئے راز منکشف تھا اور واقعہ سے انکار بے سود اور اقرار کے بعد اپنے مہمان کو حوالہ کردینے سے انکار مستعل کن، آخر بوڑھے لیکن بات کے پکے ہانی کا سر و چہرہ خون مین رنگین نظر آیا اور ابن زیاد کے حکم سے وہ قید خانہ بھیجدیے گئے

سردار بنی زبید عمرو بن الحجاج ہانی بن عروہ کا برادر نسبتی تھا اُسے اطلاع ہوئی کہ ہانی قتل کرڈالے گئے تو وہ مذحج کے بہت سے زرہ پوش سوار لیکر دار الامارہ پر چڑھ دوڑا اور تلوارون کی جھنکار گھوڑون کی ٹاپون کی آواز نے ہانی کے دل مین رہائی کے توقعات پیدا کردیئے لیکن افسوس کہ شریح قاضی کی فہمائش اور اس کہنے سے کہ ہانی قتل نہین ہوئے ہین بلکہ بعض مصالح سے ایک محدود زمانہ تک نظر بند کردیئے گئے ہین وہ سب مطمئن ہوکر واپس گئے۔

حضرت مسلم کے لئے یہ موقع بہت سخت تھا، اُنکا پناہ دینے والا وفادار اور مستقل مزاج بہادر ہانی بن عروہ اُن کی وجہ سے زدوکوب

کی توہین آمیز تکلیف برداشت کرکے دشمن کے قید خانہ مین ہے اور مسلم کے گرد گھر مین خاندان مراد کی عورتین "یا عثرتاہ یا ثکلاہ" کہکر نالہ و شیون کر رہی ہین۔

کیا اب بھی مسلم بن عقیل چھپے ہوئے بیٹھے رہتے یا اس خوف سے کہ یہان میرا قیام معلوم ہو گیا ہے کسی دوسرے قابل اعتماد شخص کے یہان جا کر مخفی ہو جاتے ؟ لا واللہ! غیرت بنی ہاشم کا یہ تقاضا نہ تھا، اُنھون نے یہ طے کر لیا کہ ہانی نہین تو پھر مین بھی نہین۔

طبری نے صاف طور پر تصریح کی ہے کہ لم یکن خروجہ یوم خرج علی میعاد من اصحابہ انما خرج حین قیل لہ ان ھانی بن عروۃ المرادی قد ضرب و حبس "مسلم کا جنگ کے لئے نکلنا اپنے ساتھیون کی اطلاع کے بغیر تھا اور کوئی قرارداد اس دن کے متعلق نہ ہوئی تھی، وہ تو ایک مرتبہ اُسوقت کھڑے ہو گئے جب اُن کو معلوم ہوا کہ ہانی بن عروہ مرادی کو زدوکوب کے بعد قید کیا گیا ہے۔"

(طبری جلد ۶، ص ۵۸)

واقعہ کی ناگہانی حیثیت کو دیکھتے ہوئے اب یہ توقع تو کی ہی نہین جا سکتی کہ وہ ۱۸ ہزار بیعت کرنے والے سب ایک دم مین مسلم کے گرد جمع ہو جاتے اور جنگ مین اُنکے ساتھ شرکت کرتے اور پھر جبکہ

کوفہ کے محلے بھی ایک دوسرے کے متصل نہین بلکہ کافی فاصلہ رکھتے تھے۔ ہان یہ محلہ کہ جس مین مسلم کا قیام تھا کافی وسعت رکھتا تھا اور اُسی کے اطراف مین مسلم کے گرد اگرد چار ہزار آدمی موجود تھے اور مسلم کی طرف سے جونہی "یا منصور امت" کا نعرہ بلند کیا گیا جو پہلے سے قرار داد کے مطابق اُنکا شعار یعنی امتیازی نعرۂ جنگ تھا تو اُسوقت سرا سری وہ چار ہزار آدمی مسلم کے پاس جمع ہو گئے لیکن اُس محدود وقت مین جبکہ جنگ کے پہلے سے کچھ آثار نہ تھے وہ شاہی منظم فوج سے کہان تک مقابلہ کے لئے طیاری کر سکے ہونگے اسکا فیصلہ ناظرین کی رائے پر ہے۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ ابھی مسلم قصر دار الامارہ تک پہونچنے نہ پائے تھے کہ وہ لوگ واپس جانا شروع ہو گئے اور پہونچتے پہونچتے صرف تین سو رہ گئے لیکن ابن زیاد اس خیال سے کہ مسلم کے ساتھ کوئی بڑی جمعیت ہے قصر کے اندر قلعہ بند ہوگیا اور مسلم نے بنی مراد کی ایک جماعت کو لئے ہوئے قصر کا محاصرہ کر لیا، رفتہ رفتہ دوسرے لوگ بھی آتے گئے یہان تک کہ مسلم کے پاس کافی اجتماع ہوگیا اور ظہر سے شام تک برابر زد و خورد ہوتی رہی۔

موجودہ جمعیت کہ جو مسلم کے ساتھ محاصرہ مین شریک رہے

درحقیقت مختلف قبائل کے مخلوط مجموعہ کا نام ہے اور قبائل کی روح شیوخ و اشراف قبائل ہین کہ جو ہمارے سابقہ بیانات کے مطابق حکومت وقت کے ہواخواہ اور پابند فرمان ہین اور ابن زیاد نے بروقت پیش بندی یہ کی ہے کہ آج صبح سے شیوخ و اشراف کو بلا کر اپنے پاس زیر حراست رکھ لیا ہے کہ ان سے حسب موقع کام نکالا جاسکے

اب ابن زیاد نے پہلی تدبیر تو یہ کی کہ شہر کی ناکہ بندی کرادی یعنی چارراہون اور عام راستون پر پہرے بٹھلا دیئے کہ کوئی مسلم کی مدد کو نہ آسکے اور صورت واقعہ کی بناء پر یہ امر لازمی تھا کہ مسلم کی مدد کو آنے والے مجتمع حیثیت سے کسی لشکر کے ساتھ نہ آتے بلکہ اکا دکا جسکو خبر ہوتی جاتی وہ تنہا یا اپنے بھائی بندون کی معیت مین مسلم کے ساتھ شرکت کے لئے آتا اور وہ فوراً گرفتار کرلیا جاتا۔ چنانچہ عبدالاعلےٰ بن یزید کلبی اپنے گھرانے کے کچھ نوجوانون کو ساتھ لئے ہوئے آرہا تھا جس کو کثیر بن شہاب نے گرفتار کیا اور محلہ بنی عمارہ کی طرف سے عمارہ بن صلخب ازدی نے ہتھیار جسم پر آراستہ کرکے چاہا تھا کہ مسلم کے پاس آئین لیکن محمد بن اشعث نے گرفتار کرلیا۔ یہ دونون جانباز مسلم و ہانی کی شہادت کے بعد پسر زیاد کے حکم سے قتل کرڈالے گئے۔ (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۰۶)

اس طرح مسلم سے مختلف اطراف وجوانب کی مدد قطع ہوگئی۔ دوسری

جانب اشراف قبائل مامور ہوئے کہ وہ سطح دار الامارہ پر جا کر اپنے اپنے قبیلہ کے لوگون کو پکار کر حکومت شام کی جانب سے تخویف و تہدید کرین اور مسلم کی شرکت سے علیحدہ ہونے پر مامور کرین چنانچہ ان لوگون نے ہمدردانہ لہجہ مین قسمین کھا کھا کر اپنے اپنے قبیلہ والون کو یقین دلایا کہ عنقریب مرکزی حکومت شام کی جانب سے عظیم الشان فوجین آنیوالی ہین جس کے بعد تمھارا جان و مال و اولاد سب تلف ہو جائیگا۔

دمشق سے فوجین آنے کی خبر ایسی نہ تھی جو اضطراب پیدا نہ کرے، اس خبر سے ایک عام دہشت پیدا ہو گئی۔ حالت یہ تھی کہ

ان المرأة كانت تاتى ابنها واخاها فتقول انصرف الناس يكفونك ويجيئ الرجل الى ابنه واخيه فيقول غدا يأتيك اهل الشام فما تصنع بالحرب والشر انصرف فيذهب به

"عورتین اپنے باپ بھائی کے پاس آتی اور کہتی تھین کہ چل واپس چل دوسرے لوگ کافی ہین اور باپ یا بھائی اپنے بیٹے بھائی کے پاس آ کر کہتا تھا کہ کل دمشق سے لشکر آ جائے گا پھر تو کیا کریگا۔ چل لڑائی سے کنارہ کشی کر اور مجبور کر کے اُسے اپنے ساتھ واپس لیجاتا تھا۔

(طبری صفحہ ۲۰۸)

نتیجہ یہ ہے کہ مسلم تنہا رہ گئے اور آخر ایک خون ریز صف آرائی کے بعد درجۂ شہادت پر فائز ہوئے۔

اب شہر مین خوف و دہشت کی کامل عملداری اور رعب ہیبت کا دورادورہ تھا لوگ گھرون سے نکلنا خطرناک سمجھتے تھے اور اس لئے چارون طرف سناٹا اور ہو کا عالم تھا اور ایک کو ایک کی خبر نہ تھی۔

انتہا ہے کہ وہی ہانی بن عروہ جن کے ہمراہ رکاب ۱۲ ہزار مسلح سوار ہوتے تھے اور جن کے قتل کی غلط خبر سُننے پر دارالامارہ کھنچی ہوئی تلوارون کے حلقہ مین آگیا تھا آج مشکین کسے ہوئے بازار مین لائے جارہے ہین اور وہ پکار رہے ہین کہ وامذحجاہ ولامذحج لی الیوم وامذحجاہ و این منی مذحج "کہان ہین میرے قبیلہ والے بہادر بنی مذحج، ہائے افسوس کہ آج میرے لیے مذحج نظر نہین آتے" لیکن کوئی ایک متنفس بھی اُنکی طرف رُخ کرتے دکھلائی نہین دیتا یہان تک کہ ابن زیاد کا غلام ترکی اپنی تلوار سے اُنکے سر و تن مین جدائی کر دیتا ہی۔

یہی عبرت خیز مناظر وہ ہین جو دنیا کی ہر حقیقت کو مجاز اور واقعیت کو اعتبار قرار دینے کا تخیل پیدا کر دیتے ہین اور جاہ و ثروت یا قوم و قبیلہ کی کثرت پر اعتماد کو غلط سمجھنے پر مجبور کرتے ہین۔

شیعیان اہلبیت اور حسینؑ بن علیؑ کے ہمدرد جو مٹھی بھر سے زیادہ

نہ تھے اس وقت عجب عالم مین تھے، اُنکو چھپنے کے لئے گوشون کی تلاش تھی جنکا ملنا بھی دشوار ہورہا تھا۔ ابن زیاد کو معلوم تھا کہ عنقریب حسینؑ بن علیؑ تشریف لانے والے ہین اور اگرچہ ہمتین پست ہوچکی ہین لیکن اُن کے آنے سے کہین پھر انقلاب پیدا نہ ہوجائے لہذا اُس نے تلاش کرکے جن جن اشخاص سے اندیشہ ہوسکتا تھا اُنھین قید کرنا شروع کیا چنانچہ مختار بن ابوعبیدہ ثقفی جو مسلم کے خروج کے موقع پر کوفہ مین موجود نہ تھے اور اُسی دن اطلاع پاکر آئے لیکن ایسے وقت پہونچے کہ مسلم کی جنگ ختم ہوچکی تھی اور عمرو بن حریث نے رایت امان بلند کیا تھا کہ جو شخص اسکے نیچے چلا آئے اس کا جان و مال محفوظ ہے لیکن مختار کو امان نہ مل سکی اور وہ پابزنجیر کردیئے گئے اور اسی طرح عبداللہ بن حارث بن نوفل اور دیگر اشخاص،

اُدھر حاکم اعلےٰ یزید نے بھی مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر معلوم ہونے کے بعد ابن زیاد کو حسین بن علیؑ کے قصد عراق پر مخصوص طور سے توجہ دلاتے ہوئے کہا۔

انہ قد بلغنی ان الحسینؑ بن علی قد توجھنوا العراق فضع المناظر والمسالح واحترس علی الظن وخذ علی التھمۃ

"مجھ کو خبر معلوم ہوئی ہے کہ حسینؑ بن علیؑ عراق کی طرف متوجہ ہوچکے ہین

اب تم ہوشیاری کے ساتھ جاسوس مقرر کرو اور سنگر بناؤ اور وہم وگمان بھی خطرہ کا ہو تو اُس سے تحفظ کرو اور بدگمانی جس پر ہو اُسے فوراً گرفتار کرلو
(طبری صفحہ ۲۱۵)

اب کیا تھا، قید وبند کا سلسلہ جاری ہوگیا اور جیلیں قیدیوں سے چھلکنے لگے۔ اس سیاست کی نوعیت کا اندازہ ابن زیاد کی اُس تقریر مین جو یزید کی ہلاکت کے موقع پر اُس نے کی ہے اس فقرہ سے ہوتا ہے۔

وما ترکت لکم ذا ظنة اخافه علیکم الا وھو فی سجنکم "کوئی ایسا شخص نہین جس پر گمان بھی ہوسکتا تھا کہ وہ حکومت کی مخالفت کریگا مگر یہ کہ وہ قیدخانہ کے اندر ہے" (طبری جلد، صفحہ ۱۵)

نیز اُس گفتگو سے جو اس موقع پر جبکہ وہ بعد ہلاکت یزید بصرہ سے فرار ہوکر دمشق جارہا تھا راستہ مین لیاف بن شریح یشکری سے کی ہے جسمین اُس نے کہا کنت اقول لیتنی کنت اخرجت اھل السجن فضربت اعناقھم مین ابھی اپنے دل مین کہہ رہا تھا کہ کاش مین نے اُن لوگون کو جو قیدخانہ مین بند تھے نکالکر گردن زدنی کا حکم دیدیا ہوتا۔ (اسلئے کہ وہی لوگ بعد مین انقلابات کا سبب ہوئے") جلد، صفحہ ۲

اس صورت سے حکومت کی طرف سے شہر کے داخلی حالات پر پورا قابو حاصل کرلیا گیا جس کے بعد کسی متنفس مین اتنی طاقت نہ رہی کہ وہ مخالفت

کا نام بھی زبان پر لائے - اب اُس کی توجہ خارج کی طرف ہوئی کہ کہین بصرہ و مدائن اور دیگر اطراف کے لوگ کہ جہان شیعہ کافی تعداد مین ہین آکر کوئی در اندازی نہ کرین، نیز حسینؑ بن علیؑ کہ جنکا آنا قریبی زمانہ مین یقینی ہے اُنکے ساتھ کسی سازباز کے لئے کوئی جماعت باہر نہ جانے پائے -

اس کے لئے حدود کی ناکہ بندی ہوئی اور قادسیہ مین جو حجاز و عراق و شام کے خطوط سیر کا محل اجتماع تھا کئی ہزار سوارون کے ساتھ حصین بن تمیم کو متعین کیا گیا جو اب تک کوتوال شہر کی حیثیت رکھتا تھا اور واقصہ سے لیکر قطقطانہ، لعلع، اور خفان اور اطراف وجوانب مین جو شام اور بصرہ کے راستے تھے اُن سب مین لشکر پھیلا دیا گیا یہان تک کہ نہ کوئی شخص آسکتا تھا اور نہ باہر جا سکتا تھا چنانچہ قیس بن مسہر صیداوی اور عبداللہ بن یقطر جو امام حسینؑ کے فرستادہ اہل کوفہ کے نام خط لیجا رہے تھے وہ اسی قادسیہ مین پہونچکر حصین کے ہاتھون گرفتار ہوئے اور خود حضرت سید الشہداء جب ان حدود مین پہونچے اور صحرائی عربون سے حالات کو دریافت کیا تو اُنھون نے کہا لا واللہ ما ندری غیر انا لا نستطیع ان نلج ولا نخرج "خدا کی قسم ہمین اور کچھ نہین معلوم لیکن اتنا ہے کہ ہم نہ اندر جا سکتے ہین اور نہ باہر نکل سکتے ہین"

حر بن یزید ریاحی جو ایک ہزار کے لشکر سے امام حسینؑ کا سدّراہ ہوا تھا وہ بھی اسی فوج مین سے تھا کہ جو قادسیہ مین حصین کی سرکردگی مین متعین تھی

یہ سب اسی لئے تھا کہ کوئی امام حسینؑ کی مدد کے لئے کوفہ سے نہ آسکے یہاں تک کہ طرماح بن عدی اپنے تین ساتھیوں کے ساتھ جب کوفہ سے غیر معروف راستہ سے آکر امام حسینؑ کے ساتھ ملحق ہوئے ہیں اُسوقت حر نے آکر حضرت سے کہا کہ" یہ لوگ جو اہل کوفہ میں سے ہیں آپ کے ساتھ مکہ سے نہیں آئے ہیں لہذا میں انکو گرفتار کرتا ہوں یا کوفہ واپس جانے پر مجبور" لیکن حضرت کے اِس فرمانے پر کہ" اب جبکہ یہ میرے پاس پہونچ گئے ہیں تو میرے ہی اصحاب وانصار میں داخل ہیں اور اب انکی حفاظت مجھ پر فرض ہے، لہذا ناممکن ہے کہ میں ان کو تمھارے سپرد کردوں" اُسکو ساکت ہونا پڑا

(طبری جلد ۶ صفحہ ۲۳۰)

اس موقع پر کہ جب امام حسینؑ کربلا میں پہونچ چکے تھے خود ابن زیاد نے کوفہ سے نکل کر نخیلہ میں اپنا مرکز قرار دے لیا تھا اور وہیں افواج کا معائنہ ہوتا تھا اور انھیں ترتیب دیکر کربلا روانہ کیا جاتا تھا۔

(تصدیق کے لئے دیکھو طبری جلد ۷ صفحہ ۲۴۷)

وہ لوگ جو ابن زیاد کی طرف سے روانہ کئے جاتے تھے اُن میں سے بعض امام حسینؑ سے جنگ کو ناپسند کرتے ہوئے لشکر سے نکلکر کوفہ واپس جاتے تھے جس کے لئے ابن زیاد نے سوید بن عبدالرحمٰن منقری کو کچھ سواروں کے ساتھ کوفہ روانہ کیا کہ جو ایسا شخص وہاں ملے اُس کو گرفتار کرکے روانہ

کیا جائے، سوید نے ایک شخص کو اہل شام میں سے جو کوفہ کسی اپنے ذاتی معاملہ کے لئے آیا تھا گرفتار کر کے ابن زیاد کے پاس بھیجا اور اس نے ہیبت قائم کرنے کے لئے اس کو قتل کرا دیا جس کے بعد وہ تمام لوگ جو ٹھہر گئے تھے نکلکر کربلا روانہ ہوگئے۔ (الاخبار الطوال صہ ۲۵۲)

ان اہتمامات سے صریحی طور پر چند نتیجہ مرتب ہوتے ہیں۔

(۱) کوفہ کی جماعت شیعہ میں جو حسینؑ کی ہمدرد ہو سکتی تھی۔ اور جنکو نصرت کا خیال ہو سکتا تھا ایک کثیر تعداد پا بزنجیر کر لی گئی تھی اور اس طرح نہ معلوم کتنے باہمت اور پر جگر اشخاص ہونگے جو اگر باہر ہوتے تو اپنی جان حسینؑ پر سے نثار کرتے لیکن اس موقع پر وہ تاریک و تار زندان میں مقید تھے۔

(۲) حدود کی ناکہ بندی اور راستوں کے انسداد نے کوفہ کے رہے سہے اشخاص کے لئے جن میں جذبۂ نصرت حسین ہو سکتا تھا حضرت تک پہونچنے کو دشوار سے دشوار بنا دیا تھا اور اگر وہ آنے کا قصد کرتے بھی تو یقیناً نخیلہ میں کہ جو بالکل کوفہ کے نکڑ پر کربلا کے راستہ میں تھا گرفتار کر لئے جاتے یا آگے بڑھ کر قادسیہ و خفان و قطقطانہ و لعلع وغیرہ کی منزل پر وہ دستگیر ہو جاتے۔

(۳) ابن زیاد کی طرف سے یہ اہتمام تھا کہ کوئی جنگ آزما شخص کوفہ میں ایسا باقی نہ رہ جائے جو حسینؑ کی جنگ کے لئے نہ نکلے اور اس طرح ان افراد

کے لئے جو حسینؑ کے مقابلہ سے نفرت کرتے تھے اِس جرم سے حفاظت بھی لطف جان و مال کی ضامن بنگئی تھی۔

لیکن باوجود اِن دشواریون کے اِن ہمت شکن مشکلات کے ان طاقت ربا مصائب کے ہم دیکھتے ہین کہ وہ افراد شیعہ جو حسینی دعوت کے بانی و مبلغ اور اِس تحریک کے داعی و مرّوج تھے جنھون نے وفاداری کا اقرار اور جانبازی کا عہد کیا تھا وہ کسی نہ کسی طرح حسینؑ بن علی تک پہونچ گئے اور اپنی جانین اُنکے قدمون پر نثار کر دین۔

یاد کرو وہ وقت کہ جب مسلم بن عقیل نے امام حسینؑ کا خط پڑھ کر سنایا تھا تو کون لوگ تھے اُسوقت تقریر کر کے عہد نصرت و فدا کاری کرنے والے بیشک وہ تین آدمی تھے عابس بن ابی شبیب شاکری۔ حبیب بن مظاہر سعید بن عبد اللہ حنفی۔

کون تھا مسلم بن عقیل کا وکیل و نائب اور رازداری کے ساتھ حسینؑ کی بیعت لینے والا؟ یقینا وہ مسلم بن عوسجہ اسدی تھے۔

کون تھا مسلم کے ادارۂ اسلحہ کا منتظم اور جمع اموال کا مؤتمن و معتمد؟ بلاشبہہ وہ صرف ابو ثمامہ صیداوی تھے۔

پھر کیا وہ لوگ نہین ہین جنھون نے ثبات قدم و استقلال کے ساتھ آخر نفس تک حسین کا ساتھ نہین چھوڑا اور آخر اُنکی لاشین حسین کے قدمون پر

خاک و خون مین تڑپتی ہوئی نظر آئین ۔

ان کے علاوہ بھی حسینی جماعت مین زیادہ تر کوفہ کے شیعہ تھے جیسے بریر بن خضیر حافظ قرآن مجید جنکو دیکھکر لشکر عمر سعد مین کہا گیا تھا ان ھذا بریر بن خضیر القاری الذی کان یقرأنا القران فی المسجد "یہ تو وہی بریر بن خضیر ہین جو ہم کو مسجد مین بیٹھکر قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے" (طبری جلد ۶ صفحہ ۲۴۲)

اور انس بن حارث اسدی صحابی رسول جنکا تذکرہ ابن اثیر جزری نے اسد الغابہ مین اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اصابہ مین کیا ہے، ابن اثیر کا قول ہے کہ ۔

عدادہ فی الکوفیین وکان جاء الی الحسین ع عند نزولہ فی کربلاء والتقی معہ لیلا فیمن ادرکتہ السعادۃ ۔

"انکا شمار اہل کوفہ مین ہے اور یہ امام حسینؑ کی خدمت مین پہونچے تھے اُسوقت جب آپ کربلا مین اتر چکے تھے اور شب کے وقت حضرت کے پاس پہونچے اُن لوگون کے ذیل مین جنکے بخت نے یاوری کی تھی ۔

اور نافع بن ہلال جملی جو کوفہ کے قبیلۂ مذحج سے تھے اور حنظلہ بن اسعد شبامی اور یزید بن زیاد بن مہاصر ابو الشعثاء کندی اور مجمع بن عبداللہ عائذی اور عائذ بن مجمع اور عمر بن خالد صیداوی اور جنادہ بن حارث

سلمانی اور سوید بن عمرو بن ابی المطاع خثعمی اور موقع بن ثمامہ اسدی
صیداوی اور سیف بن حارث بن سریع ہمدانی اور مالک بن عبداللہ
بن سریع اور سوار بن منعم ہمدانی اور عمر بن قرظہ انصاری اور نعیم بن
عجلان انصاری اور عبداللہ بن بشر خثعمی اور حارث بن امرأ القیس
کندی اور بشر بن عمر کندی اور عبداللہ بن عروہ وعبدالرحمن بن عروہ
غفاریین اور عبداللہ بن عمیر کلبی اور سالم بن عمر وکلبی اور مسلم بن کثیر
ازدی اور رافع بن عبداللہ ازدی اور قاسم بن حبیب ازدی
اور زہیر بن مسلم ازدی اور نعمان بن عمرو وحلاس بن عمر وازدیین
اور مسعود بن حجاج تیمی اور بکر بن حی تیمی اور جوین بن مالک تیمی اور
عمر بن ضبیعہ تیمی اور حباب بن عامر تیمی اور امیہ بن سعد طائی اور ضرغام
بن مالک تغلبی اور کنانہ بن عتیق تغلبی اور قاسط بن زہیر وکردوس بن
زہیر ومقسط بن زہیر تغلبیین اور جبلہ بن علی شیبانی وغیرہ
یہ تو وہ لوگ ہین جنھون نے اپنی جان پر کھیل کر عہد وفا کو پورا کرنے
کے لئے اپنے تئین کسی نہ کسی طرح حسینؑ کے قدمون تک پہنچا دیا لیکن جو لوگ شیعی
جماعت مین سے حسینؑ بن علیؑ کی نصرت کے لئے نہ پہونچے یا نہ پہونچ سکے
اُن مین سے بھی کسی متنفس کا حسینؑ کے مقابلہ مین کربلا مین موجود ہونا پایا نہین
جاتا بلکہ تاریخی نصوص وشواہد متفقہ طور پر اُن کو قاتلان امام حسینؑ سے علیحدہ

بتلا رہے ہیں۔ امام محمد بن جریر طبری کا بیان ہے۔

لما قتل الحسین بن علی ورجع ابن زیاد من معسکرہ بالنخیلۃ فدخل الکوفۃ تلاقت الشیعۃ بالتلاوم والتندم ورأت انہا قد اخطأت خطأ کبیرا بدعائہم الحسین الی النصرۃ وترکہم اجابتہ وقتلہ الی جانبہم لم ینصروہ ورأوا انہ لا یغسل عارہم والاثم عنہم فی مقتلہ الا بقتل من قتلہ او القتل فیہ۔

"جب حسین بن علی قتل ہو گئے اور ابن زیاد اپنے لشکرگاہ سے جو نخیلہ میں قرار دیا گیا تھا واپس جاکر کوفہ میں داخل ہوا تو شیعوں نے ایک دوسرے سے ملاقات کرکے ایک دوسرے پر ملامت اور اپنی کمزوری پر ندامت کا اظہار شروع کیا اور وہ سمجھے کہ ہم سے بڑا جرم ہوا کہ ہم نے حسین کو نصرت کے وعدہ پر دعوت دی پھر جب وہ آئے تو ہم اُنکی نصرت کو نہ گئے اور وہ ہمارے پڑوس میں قتل کر ڈالے گئے اور ہم نے کچھ اُنکی مدد نہ کی اور اُنھوں نے دیکھا کہ یہ عار و ننگ ہم سے دور نہیں ہو سکتا۔ مگر اس طرح کہ ہم اُن لوگوں کو جو اُن کے قتل میں شریک ہوئے ہیں قتل کریں یا خود اس سلسلہ میں اپنی جانیں نثار کر دیں۔

(طبری جلد ۷ صفحہ ۴۷)

کیا اس عبارت سے صاف طور پر ظاہر نہین ہوتا کہ شیعہ جماعت قاتلان
امام حسینؑ کی جماعت سے جداگانہ تھی اور پہلی جماعت پر جو الزام ہے وہ یہ
کہ اُنھون نے مدد نہین کی اور دوسری جماعت وہ ہے جس کے قتل کو
وہ اپنے جرم کا کفارہ سمجھتے ہین۔

پھر سلیمان بن صرد خزاعی کے مکان پر اجتماع ہوا اور اس موقع پر
مسیب بن نجبہ نے جو تقریر کی ہے وہ یہ ہے کہ "ہم بہت اپنی صداقت پر
ناز رکھتے تھے اور اپنی جماعت شیعہ کی مدح وثنا کیا کرتے تھے لیکن خدا نے
ہمارا امتحان لیا اُسوقت معلوم ہوا کہ ہمارے دعوے غلط ہین۔ ہم نے
حسینؑ کو دعوت دی، اُنکے پاس پیغام بھیجے کہ آئیے ہم مدد کرینگے لیکن
جب وہ آئے تو ہم نے اپنی جانون کو چھپایا یہان تک کہ وہ ہمارے پڑوس
مین قتل ہوگئے، نہ ہم نے اپنے ہاتھون سے اُنکی نصرت کی اور نہ اپنی
زبان سے اُنکی حمایت کی اور نہ اموال سے اونکو تقویت پہنچائی اور نہ اپنے
اپنے قبیلہ کو اُنکی نصرت پر آمادہ کیا، اب خدا اور رسول کو کیا جواب دینگے
جبکہ ہمارے ملک مین فرزند رسول قتل کرڈالا گیا۔ بیشک ہمارا کوئی عذر
سننے کے قابل نہین لیکن اب یہ موقع ہے کہ اُن کے قاتل کو اور جن
لوگون نے اُن کے قتل مین شرکت کی ہے اُنھین قتل کرین یا اسی سلسلہ مین
اپنی جانین نثار کردین۔ (صد ۴۸)

یہ بھی صریحی طور پر اس کی دلیل ہے کہ قاتلان حسینؑ یا قتل حسینؑ مین شرکت کرنیوالی جماعت جماعت شیعہ سے کوئی تعلق نہ رکھتی تھی۔

اس کے بعد جبکہ سلیمان بن صرد اس جماعت کے قائد اعظم کی حیثیت سے منتخب ہو گئے تو انھون نے جو تقریر کی ہے اور جس کو وہ برابر ہر جمعہ مین دُہرایا کرتے تھے اُس کا مختصر اقتباس یہ ہے کہ

انا کنا نمد اعناقنا الی قدوم آل بنینا و نمنیھم النصر و نحثھم علی القدوم فلما قدموا ونینا و عجزنا و ادھنا و تربصنا و انتظرنا ما یکون حتی قتل فینا و لدینا و لدنبینا و سلالتہ و عصارتہ و بضعۃ من لحمہ و دمہ اذ یستصرخ و یسأل النصف فلا یعطاہ اتخذہ الفاسقون غرضا للنبل و دریۃ للرماح حتی اقصدوہ۔

ہم لوگ گردنین اٹھا اٹھا کر اشتیاق کے ساتھ اہلبیت رسول کی تشریف آوری کے منتظر تھے اور انکو نصرت کی امیدین دلاتے تھے اور آنے پر آمادہ کرتے تھے لیکن جب وہ آئے تو ہم نے کمزوری کی اور عاجز رہے اور سستی کو کام مین لائے اور منتظر رہے کہ دیکھین کیا ہوتا ہے یہانتک کہ ہمارے ملک مین اور ہمارے قریب ہی فرزند رسولؐ قتل کر ڈالے گئے جبکہ وہ فریاد کر رہے تھے لیکن کوئی انصاف سے کام نہ لیتا تھا فاسقین

کی جماعت نے اُن کو اپنے تیروں کا نشانہ اور نیزوں کا مشق بنا لیا یہاں تک کہ اُنھیں شہید کر ڈالا (صہ ۴۹)

اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ یہ لوگ کوفہ ہی میں رہ گئے تھے اور قتل حسینؑ میں شرکت کرنیوالی جماعت فاسقین انسے جداگانہ ہے۔

پھر وہ موقع کہ جب یزید ہلاک ہوا اور سلیمان بن صرد کے پاس شیعی جماعت کے بہت سے افراد نے آکر کہا کہ اسوقت حکومت کے ارکان میں تزلزل ہے یہی موقع ہے کہ ہم انتقام کے لیے اُٹھ کھڑے ہوں اور اُنکے قاتلوں کو چن چن کر قتل کریں اُسوقت سلیمان نے جو تقریر کی وہ یہ ہے۔

انی قد نظرت فیما تذکرون فرایت ان قتلۃ الحسین ھم اشراف اھل الکوفۃ وفرسان العرب وھم المطالبون بدمہ ومتی علموا ما تریدون وعلموا انھم المطلوبون کانوا اشد علیکم ونظرت فیمن تبعنی معکم فعلمت انھم لوخرجوا لم یدرکوا ثارھم ولم یشفوا انفسھم ولم ینکوا فی عدوھم وکانوا لھم جزرا ولکن بثوا دعاتکم فی المصر الخ

"میں نے اس معاملہ میں غور کیا تو یہ دیکھا کہ قاتلانِ حسینؑ کوفہ کے سرآوردہ اشخاص و شیوخ و اشراف قبائل ہیں اور اُنھی کے اوپر حسین کے قتل کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور جب اُنھیں تم لوگوں کے ارادہ کی خبر ہوگی اور یہ معلوم ہوگا کہ اس کا اثر اُنپر پڑیگا تو وہ سختی سے تمھاری مخالفت پر آمادہ ہو جائینگے اور میں نے اندازہ

کیا اُن لوگون کا جو میرا ساتھ دینے پر آمادہ ہین تو معلوم ہوا کہ وہ اتنی تعداد مین ہین کہ اُنکے خروج کرنے سے نہ تو انتقام لیا جا سکتا ہے اور نہ مقصد حاصل اور نہ دشمن کو کوئی نقصان پہونچ سکتا ہے بلکہ یہ لوگ گوسفندون کی طرح کاٹ کر ڈالدیے جائینگے لیکن مناسب یہ ہے کہ تم اپنے دعاۃ و مبلغین اطراف و اکناف مین روانہ کرکے لوگون کو اپنی موافقت پر آمادہ کرو۔ (طبری جلد ۷ صفحہ ۵۲)

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ قتل حسینؑ کے ذمہ دار اشخاص شیوخ و اشراف قبائل تھے جنکی مذہبی حقیقت مختصر طور پر ہم نے سابق مین واضح کردی اور یہ کہ جماعت شیعہ کو اُن سے کوئی تعلق نہ تھا نیز اِس شیعی جماعت کی جو کوفہ مین موجود تھی تعداد بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ وہ کوئی نمایان حیثیت نہ رکھتی تھی۔ پھر وہ تقریر جو عبیداللہ بن عبداللہ مری کی زبان سے تاریخ مین درج ہے اسمین بھی ہے کہ فقتلہ عدوہ وخذلہ ولیہ فویل للقاتل وملامۃ للخاذل ان اللہ لم یجعل لقاتلہ حجۃ ولا للخاذل معذرۃ الا ان یناصح للہ فی التوبۃ فیجاھد القاتلین وینابذ القاسطین۔

"فرزند رسول کے لئے دشمن قتل کرنے پر آمادہ ہوگئے اور دوستون نے اُنکی مدد نہ کی، پس عذاب کے مستحق ہین اُنکے قاتل اور سرزنش کے لائق ہین اُنکے چھوڑ دینے والے نہ اُنکے قاتل کے لئے خدا کے یہان کوئی حجت ہے اور نہ اُنکے بے مددگار چھوڑنے والون کا کوئی عذر قابل سماعت ہے۔ مگر یہ کہ وہ

اب سچے دل سے توبہ کرکے اُنکے قاتلون سے جہاد کرین اور ظالمون سے جنگ کرین (صہ۲)

وہ وقت کہ جب یہ لوگ بعزم جہاد کوفہ سے کربلائے معلی آگئے ہین اُس موقع

پر مثنی بن مخزبہ نے جو تقریر کی تھی اُس مین یہ فقرات قابل توجہ ہین۔

قد قتلهم قوم نحن لهم اعداء ومنهم براء وقد خرجنا من

الديار والاهلين والاموال ارادة استيصال من قتلهم

"حسینؑ و انصار حسینؑ کو ایک ایسی جماعت نے قتل کیا جنکے ہم دشمن اور

جنسے ہم بیزار ہین اور اب ہم اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر اپنے گھر سے اس لئے

نکلے ہین کہ اُنکے قاتلون کے رگ و ریشہ کو فنا کردین (صہ۲)

اِن تاریخی نصوص و شواہد سے آفتاب کی طرح روشن ہو جاتا ہے

کہ جماعت شیعہ مین سے کوئی شخص بھی قتل امام حسین کے لئے کربلا مین موجود نہ تھا

بیشک انپر جو سب سے بڑا جرم عائد ہو سکتا ہے جس کے وہ خود معترف تھے

وہ نصرت حسینؑ سے کنارہ کشی کرنا اور حضرت پر اپنی جانین نثار کر دینے مین کوتاہی

کرنا اگرچہ یہ حسن اسباب و علل اور مشکلات و موانع پر مبنی تھا اُنکو کافی توضیح کے

ساتھ حوالۂ قلم کیا جا چکا ہے پھر بھی ہم اِس کو جرم تسلیم کرنے پر تیار ہین لیکن اِس جرم

سے سنگین تر نہین کہ رسول کو میدان جنگ مین دشمنون کے نرغہ مین تنہا چھوڑ کر اپنی

جان کی حفاظت کے لئے فرار کرین اور حضرت عثمان کو خود دارالخلافہ اور مرکز حکومت

مدینہ منورہ کے اندر مصر سے آئی ہوئی فوجون کے حلقہ مین قصر کے اندر محصور چھوڑ کر

تماشا دیکھتے رہین اور اُنکے قتل ہوجانے کے تین دن بعد تک اُنکی لاش دفن کرنے کی بھی جرأت نہ کرین۔

یاد رہے کہ رسول اکرمؐ کے ساتھ صحابۂ کرام مین سے جنگ احد مین دسؔ آدمی بھی نہ رہے تھے اور جنگ حنین مین بارہ سے زیادہ لڑائی مین نہ ٹھہرے تھے اور یوم الدار حضرت عثمان کی مدد کے لئے اُنکی ماننے والی جماعت مین سے بیسؔ آدمی بھی جان نثار دکھلائی نہ دیتے تھے لیکن فرزند رسول حسینؑ بن علیؑ کے ساتھ جماعت شیعہ مین سے عزیز و اقارب کو چھوڑکر کم از کم جونؔ آدمی جانین قربان کرنے والے نکل آئے تھے۔

کیا اسکے بعد بھی غیرت کا تقاضا ہی کہ جماعت شیعہ کو حسینؑ کی نصرت مین کوتاہی کا طعنہ دیا جائے یا اس سے بڑھکر اُن پر قتل حسینؑ کا غلط اور بے بنیاد الزام لگایا جائے۔ والسلام

علی نقی النقوی عفی عنہ
محرم ۱۳۵۱ھ

لکھنؤ

...AR JUNG ESTATE LIBRARY
(Oriental Section)
URDU ...

استدعا

اگر آپ حضرات اس تبلیغی سلسلہ کو مفید اور ضروری خیال فرماتے ہون تو مولا کا نام لیکر اس دینی خدمت پر کمربستہ ہو جائیے۔ جن حضرات کو پروردگار عالم نے توفیق دی ہے وہ ان رسائل کی سو سو اور پچاس جلدین غیر شیعہ حضرات مین مفت تقسیم کرین اور جو مومنین اس سے مجبور ہون وہ کم از کم ایک ہی جلد خرید فرما کر کسی دوسرے غیر مذہب والے کو دیدین۔ اگر اس فریضہ کا احساس ہر ہر فرد قوم مین ہو جاوے تو انشاء اللہ ایک ہی سال مین آپ ملاحظہ فرمائینگے کہ کس قدر تبلیغی خدمات انجام پا جاتی ہین اور یہ سلسلہ کسطرح مستحکم سے مستحکم تر ہو جاتا ہے۔

پروردگار عالم ہر مومن کو اس دینی خدمت کی طرف بحق محمد و آل محمد توجہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خادم ملت

سید ابن حسین عفی عنہ

آنریری سکریٹری امامیہ مشن حسین آباد، لکھنؤ



Acc. No.
Call No.

امامیہ مشن لکھنؤ کی دوسری دینی خدمت

"تحریف قرآن کی حقیقت"

یہ رسالہ بھی جناب سید العلماء مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر مدظلہ کی تصنیف سے ہے جنکا قلم فیصلہ کن بحث کا ضامن ہے۔

اس رسالہ میں تمام کتب سماویہ کے مقابلہ میں قرآن کریم کا اعتبار ایمان بالقرآن کی حقیقت اور اسی سلسلہ میں فریقین کے نقطہ نظر کا موازنہ اور اس امر کی تحقیق کی گئی ہے کہ کون فریق قرآن پر ایمان کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

قیمت فی رسالہ پانچ آنے اور خرچہ ڈاک ایک آنہ ہے جو حضرات صرف ایک رسالہ طلب فرمادیں وہ چھ آنے کے ٹکٹ مرحمت فرمادیں

ملنے کا پتہ

سید ابن حسین آنریری سکریٹری امامیہ مشن

حسین آباد لکھنؤ

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

اے قوم جواب دے خدا کی طرف پکارنے والے کا

برادران ایمانی۔ سلام علیکم۔

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دو ہی ماہ کے اندر اس نے ہم کو اس قابل کر دیا کہ ہم نہ صرف یہ دوسرا رسالہ شایع کر سکے بلکہ رسالہ "قاتلان حسینؑ کا مذہب" کا دوسرا اڈیشن بھی اسی کے ساتھ شایع کر رہے ہین۔ یہ سب کچھ پروردگار عالم کی نصرت کے بعد آپ ہی حضرات کی توجہ کا نتیجہ ہے۔ مگر ابھی اس سلسلہ مین بہت کچھ کرنا ہے جس کیلئے ضرورت ہے کہ ہر ہر مقام کے مومنین رفیق کار بنین جن کے متعلق یہ خدمت ہوگی کہ وہ رسائل کی فروخت اور دیگر ذرایع سے اس دینی مشن کی کامیابی کیلئے کوشش فرمادین۔

اگر آپ حضرات نے "رفیق کار" کی تجویز کو عملی جامہ پہنا دیا تو آپ دیکھین گے کہ ایک ہی سال کے اندر یہ تبلیغی سلسلہ کس طرح مستحکم سے مستحکم تر ہو جاتا ہے۔

ہمکو قوی امید ہے کہ اس تجویز پر تمام مومنین جلد از جلد توجہ فرما کر ہماری ہمت افزائی فرمادینگے اور عند اللہ و عند الرسولؐ ماجور ہون گے۔

خادم ملت

سید ابن حسین۔ عفی عنہ

جنرل سکریٹری۔ امامیہ مشن

حسین آباد۔ لکھنؤ